فہرست

لمعات: (قرآنوکریسی)	ابن مریم	3
مقالہ (''حلالہ' قرآن کریم کے خلاف ہے) کا تجزیہ	ڈاکٹر انعام الحق' اسلام آباد	7
دیدہ ام فردے دریں قحط الرجال	خواجہ ازہر عباس' فاضل درسِ نظامی	20
فرات کے کنارے تک	جاوید چودھری	27
آج کی عورت اور فرسودہ روایات	کرن خاور	30
پاک فوج زندہ باد!	عطاء الحق قاسمی	42
قرآن فہمی اور باغبانی	ملک حنیف وجدانی' مری	45
بیادِ غلام احمد پرویزؒ	عبدالعزیز خالدؔ' اسلام آباد	51

ENGLISH SECTION

JOURNEY OF MY LIFE

By Dr. Shaguftaa Tahir, Karachi 1

طلوعِ اسلام کا لٹریچر یہاں سے دستیاب ہے

نیچے درج کئے گئے کتب خانوں سے طلوع اسلام ٹرسٹ کی تمام کتب' دروس القرآن کی تمام جلدیں' اسلامی کتابیں اور لائبریری کے لئے تمام موضوعات پر ہمہ قسم کتب رعایتی نرخوں پر خریدنے کے لئے تشریف لائیں۔

1- کلاسک بک سیلرز' 42' دی مال (ریگل چوک) لاہور۔ فون: 042-37312977' موبائل: 0300-4442226	
2- البلال بک ڈپو' اردو بازار' کراچی' موبائل: 0344-2502141	3- شہباز بک ایجنسی' اردو بازار' کراچی' فون: 021-32632664
4- مذہبی کتب خانہ' اردو بازار' کراچی' موبائل: 0331-2716587	5- شاہ زیب انٹر پرائزز' اردو بازار' کراچی 021-32214259
6- علمی کتاب گھر' اردو بازار' کراچی' فون: 021-32628939	7- مکتبہ دارالسلام' اردو بازار' کراچی' فون: 021-32212269
8- محمد سلیم' قرآن سینٹر' اردو بازار' کراچی' فون: 021-32210770	9- محمد علی' کارخانہ اسلامی کتب' اردو بازار' کراچی' فون: 021-32631056
10- مسٹر بکس' بک سیلرز' سپر مارکیٹ' اسلام آباد' فون: 051-2824805-2278843	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(ابن مریم)

لمعات

قرآنوکریسی۔۔۔Quranocracy

برحق کہ قائداعظم پاکستان کو ایک مذہبی یا تھیوکریٹک ریاست نہیں بنانا چاہتے تھے اور یہ بات انہوں نے قیام پاکستان کے ابتدا کے دنوں ہی میں کہہ دی تھی' فروری ۱۹۴۸ء میں اہل امریکہ کے نام پیغام میں انہوں نے فرمایا تھا۔''یہ مسلمہ بات ہے کہ پاکستان میں کسی صورت میں بھی تھیاکریسی رائج نہیں ہوگی جس میں حکومت مذہبی پیشواؤں کے ہاتھ میں دے دی جاتی ہے کہ وہ خدائی مشن کو پورا کریں''۔ مگر وہ اسے سیکولر ریاست بھی بنانا نہیں چاہتے تھے۔ سیکولرازم کے دعویدار تو گاندھی اور جواہر لال کی کانگریس بھی تھی جس کے صدر تحریک پاکستان کے دور میں ابوالکلام آزاد تھے جنہیں امام الہند کا لقب بھی حاصل تھا۔

دراصل ہمارے ذرائع ابلاغ۔ جیسے کیسے بھی یہ رہے ہیں۔ اس کے کرتا دھرتا قیام پاکستان کی اصل و بنیاد سے اکثر و بیشتر ناواقف رہے ہیں' حامیان تحریک کا سارا زور بھی ایک طرف ہندو کے تعصب' عدم رواداری' مسلم دشمنی اور دوسری طرف مسلمانوں کی معیشتی زبوں حالی' تعلیم میں پسماندگی رہا ہے' اس طرح سے اسے علیحدگی کی ایک مذہبی تحریک کا رنگ دے دیا گیا۔ ماڈرن' بزعم خود روشن خیال' پروگریسو طبقے نے اسے مسلمانوں کی تحریک خودارادیت کا نام دے دیا۔ آیئے ذرا اس پر نگاہ ڈالیں کہ اصل بات کیا تھی۔ آپ دیکھیں گے کہ جس کا سارے فسانے میں کوئی ذکر نہ تھا وہ بات ان کو بہت ناگوار گزری ہے۔

۱۹۴۰ء میں جب لاہور ریزولیوشن پاس ہوا اور ۴۰ء سے ۴۷ء تک ذرا مخالفت میں کھڑے لوگوں کا جائزہ لیا جائے تو بات ذرا نکھر کر سامنے آجائے گی۔

ہندو کی مخالفت قدرتی بات تھی' بھارت ماتا کی تقسیم گئو ہتھیا ہی کی طرح ناقابل قبول تھی اور پھر مغربی طرز جمہوریت میں انہیں مسلمان اقلیت پہ سدا کی حکمرانی کی نوید تھی اور انا کی تسکین بھی کہ جن بیرونی حملہ آوروں نے ہزاروں برس کی تاریخ میں اپنا علیحدہ تشخص برقرار رکھا' چاہے وہ حکمران رہے ہوں یا دوسری قوموں کے ساتھ مشترک محکوم ۔ ان کو آخر کار زیر کرسکیں گے ۔

انگریز کے لئے اس کی مخالفت بھی سمجھ میں آسکتی ہے کہ صدیوں سے ٹکڑوں میں بٹے ہوئے ملک کو انہوں نے اپنی تنظیمی قابلیت کے بل پہ بظاہر ایک ملک بنایا ان کے جاتے ہی پھر سے تقسیم ہو جائے اور کوئی حصہ مغربی تصور جمہوریت سے مختلف نظام حکومت کو اپنا آئیڈیل قرار دے اور انگریز کو چیلنج کرتا ہوا الگ ملک حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے ۔ نڈھال برطانوی سامراج کے لئے یہ بہت بڑی شکست تھی' مگر مقابل میں آہنی ارادوں اور اٹل یقین وایمان کے حامل ایک قائد کی قیادت میں اس وقت کی دس کروڑ کی ایک متحد قوم سیسہ پلائی دیوار بن چکی تھی ۔ قائد کی شخصیت بقول ماؤنٹ بیٹن برف کی ایک سل تھی جس پہ بیرونی دباؤ بے معنی تھا' جس کی ناں کو ہاں میں دنیا کی کوئی طاقت نہیں بدل سکتی تھی ۔ مگر مخالفت یہیں ختم نہیں ہو جاتی ۔ اس لڑائی میں ایک اور فریق بھی تھا اور یہ تھے کانگریس اور متحدہ ہندوستان کے وہ حامی مسلمان جو مذہبی جماعتوں کا لیبل ماتھوں پہ سجائے قائد کی مخالفت میں سرگرم تھے' اس کے مغربی لباس' مغربی تعلیم' مغربی رہن سہن کو ہدفِ تنقید بناتے تھے ۔ خود کو مذہب کے علمبردار اور دینیات پہ اتھارٹی کہتے تھے' یہ نیشنلسٹ مسلمان ابوالکلام' عبدالغفار' آصف علی' سید محمود' کے روپ میں تھے' یہ احرار کے روپ میں بھی تھے' انصار کی شکل میں بھی اور جماعت اسلامی کے رنگ میں بھی ۔ ان سب کا کہنا تھا کہ ہم سے زیادہ مسلمانوں کا ہمدرد کون ہوسکتا ہے اور اسلام کے تقاضے ہم سے زیادہ کون جانتا ہے ۔ سیدھے سادھے مسلمان عوام پہ ان کے تقدس کا رعب بھی تھا مگر ادھر لاکھ مولانا سہی ادھر ایک ہی مردِ مجاہد' ایک قلندر :

فقیہہِ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا
قلندر جز دو حرفِ لا الٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا

وہ کہتے تھے متحدہ ہندوستان میں کانگریس ہمیں مذہبی شعائر کی' رسومات کی' نماز' روزے کی' زکوٰۃ وحج کی' نکاح وطلاق کے نجی معاملات کی ضمانت دیتی ہے ہمیں اور کیا چاہیئے ۔

غور کیجئے تو اس طرح سے ان کی چودھراہٹ ہی نہیں معاملات پہ خصوصی گرفت کو دوام حاصل ہوتا۔ دوسری طرف قائداعظم تھے جو ہر موقعہ پر قرآن پاک کی بالادستی کے علمبردار تھے۔ مولانا حضرات کی طرح اتھارٹی ہونے کے دعویدار نہ تھے' خود ۱۹۴۱ء میں حیدرآباد عثمانیہ یونیورسٹی کے طلباء کے سوال کے جواب میں اعتراف کیا کہ ''میں نہ کوئی مولوی ہوں نہ ملا نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعویٰ ہے البتہ میں نے قرآن مجید اور قوانین اسلام کی اپنے طور پر کوشش کی ہے' اس عظیم الشان کتاب کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے ہر باب کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔۔''

اور اس مطالعے اور غور وفکر نے اس غیر معمولی ذہین شخص کو کیا بصیرت بخش دی' کن دوٹوک لفظوں میں اسلامی حکومت کی امتیازی خصوصیت پیش کی۔ فرمایا ''اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ پارلیمان کی نہ کسی اور شخص یا ادارہ کی' قرآن کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں' اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول واحکام کی حکمرانی ہے''۔ اور یہ کہہ کر قیام پاکستان کا جواز دیا کہ ''حکمرانی کے لئے لامحالہ آپ کو علاقہ اور مملکت کی ضرورت ہے''۔ قائداعظمؒ جیت گئے' پاکستان بن گیا۔ مخالف اسے تسلیم کرنے پہ مجبور تو ہوئے مگر اندر ہی اندر چوٹ کھائے سانپ کی طرح پیچ وتاب کھاتے رہے' انگلستان کی پارلیمان میں آواز سنی گئی کہ یہ تقسیم عارضی ہوگی اور سیکولرازم کے دعویدار نہرو نے بھی کہا کہ ہم معاشری طور پر یا دوسرے طریقوں سے پاکستان کو مجبور کردیں گے کہ وہ گھٹنوں کے بل آ کر ہم سے درخواست کرے۔۔۔۔ اور مذہب کے یہ علمبردار بھی جوق در جوق اسی ملک میں پناہ گیر ہوئے جسے وہ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کی کافرانہ حکومت کا درجہ دیتے تھے۔ اور پھر مسلسل ومتواتر ہر حکومت کو گردن زدنی قرار دیتے رہے کہ وہ یہاں پہ شریعت نافذ نہیں کرتی۔ مطلب یہ کہ اقتدار ہمیں دو کہ ہم ہی یہ کام کر سکتے ہیں۔ یعنی تھیاکریسی مذہبی پیشوائیت کی حکومت .... اور فرقوں میں بٹی اس مذہبی پیشوائیت کو ایک ڈکٹیٹر نے اپنی حکومت کو قائم رکھنے کے لئے ڈھیل دی' مراعات دیں' کسی حد تک شریک اقتدار کیا تو ملک فرقہ بازی اور انتشار اور باہمی جدال وقتال کا شکار ہوکر رہ گیا' امن وامان' چین سکون ملک سے رخصت ہوگئے۔

یہ لوگ اب بھی یہی راگ الاپ رہے ہیں' ضرورت ہے کہ ہم قائداعظم کے خیالات کو' ان کی تقاریر کو اپنے سامنے رکھیں وہ نہ تھیاکریسی کے حق میں تھے نہ ہی مغربی سیکولریت کے' وہ قرآنی مملکت کے داعی تھے۔

مرحوم ڈاکٹر سید عبدالودود نے اس نظام حکومت کے لئے ایک نیا لفظ لغت کو دیا تھا' ضرورت ہے کہ اسے دہرایا

جائے کہ وہ قاطع ہے ہر طاغوتی نظام کا۔ خواہ وہ شہنشاہیت ہو (ملوکیت) کمیونزم ہو یا مغربی پارلیمانی جمہوریت۔ اور وہ لفظ ہے قرآنو کریسی (Quranocracy)۔ قرآن میں دیئے گئے تصورات (معاشی، معاشرتی، معیشی، سیاسی) کی روشنی میں، اس کی ابدی اقدار کی پابند حکومت کہ اسی میں انسانیت کی فلاح ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قرآن حکیم کے طالب علموں کے لیے خوشخبری

علامہ غلام احمد پرویزؒ کے سات سو سے زائد دروسِ قرآنی پر مبنی تفسیری سلسلہ کے تحت بزمِ طلوعِ اسلام لاہور کی طرف سے مندرجہ ذیل تفسیری کتب کی اشاعت الگ الگ جلدوں میں ہو چکی ہے۔ یہ جلدیں 20x30/8 کے بڑے سائز کے بہترین کاغذ پر خوبصورت طباعت اور مضبوط جلد بندی کے ساتھ دستیاب ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیا ہدیہ	نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیا ہدیہ
سورہ الفاتحہ	(1)	240	160/-	سورۃ النمل	(27)	280	225/-
سورہ الفاتحہ (سٹوڈنٹ ایڈیشن)	(1)	240	110/-	سورہ القصص	(28)	334	250/-
سورۃ البقرہ (اول)	(2)	500	350/-	سورہ عنکبوت	(29)	388	275/-
سورۃ البقرہ (دوم)	(2)	538	350/-	سورہ روم، لقمان، السجدہ	(30,31,32)	444	325/-
سورۃ البقرہ (سوم)	(2)	500	350/-	سورہ احزاب، سبا، فاطر	(33,34,35)	570	325/-
سورہ النحل	(16)	334	250/-	سورہ یٰسین	(36)	164	125/-
سورہ بنی اسرائیل	(17)	396	275/-	29واں پارہ (مکمل)	----	544	325/-
سورۃ الکہف وسورہ مریم	(18-19)	532	325/-	30واں پارہ (مکمل)	----	624	325/-
سورہ طٰہٰ	(20)	416	275/-				
سورۃ الانبیآء	(21)	336	225/-				
سورۃ الحج	(22)	380	275/-				
سورۃ المؤمنون	(23)	408	300/-				
سورۃ النور	(24)	264	200/-				
سورۃ الفرقان	(25)	389	275/-				
سورۃ الشعرآء	(26)	454	325/-				

ملنے کا پتہ: ادارہ طلوعِ اسلام (رجسٹرڈ)، 25/B، گلبرگ 2، لاہور، فون نمبر: +92-42-3571 4546

بزم ہائے طلوعِ اسلام اور تاجر حضرات کو ان ہدیوں پر تاجرانہ رعایت دی جائے گی۔ ڈاک خرچ اس کے علاوہ ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر انعام الحق، اسلام آباد

مقالہ (''حلالہ'' قرآن کریم کے خلاف ہے) کا تجزیہ

قارئین کی یادداشت کے لئے عرض ہے کہ محترم از ہر عباس ہی نے ''حلالہ'' کا عنوان باندھ کر پہلے بھی اس موقع پر طلوع اسلام لاہور کے شمارے ماہِ ستمبر 2006ء اپنا مقالہ شائع کروایا تھا، جس پر میری طرف سے اسی رسالہ میں تبصرہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ ان کی طرف سے اس تبصرہ پر کوئی وضاحت نہ کی گئی تھی، البتہ اب انہوں نے زیادہ تفصیل کے ساتھ درجِ بالا عنوان سے اپنا مقالہ ماہنامہ صوت الحق، کراچی کے شمارے اپریل 2011ء میں شائع کروایا ہے۔

اپنے اس تازہ مقالہ کے آغاز ہی میں بجا طور پر فاضل مقالہ نگار نے وضاحت کی ہے کہ مروجہ ''حلالہ'' کے تصور کو سمجھنے کے لئے طلاق کے قرآنی طریقہ کا علم ضروری ہے۔ ہماری نظر میں اس طریق کو جاننے کے لئے ایک ہی مستند ذریعہ ہمارے لئے موجود ہے، وہ ہمارے ملک کا رائج الوقت قانون مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961ء ہے۔

اس کی دفعہ 7 میں طلاق کے عنوان کے تحت مزید چھ ذیلی دفعات میں طلاق کے قوانین کو شامل کیا گیا ہے۔ یہ قوانین 2 مارچ 1961ء کو مشتہر کئے گئے تھے، جواز دواج و عائلی کمیشن کی سفارشات پر مبنی تھے، جن کو انہوں نے قرآن کی روشنی میں مرتب کیا تھا۔ اس لئے ہم اپنے تبصرے کے آغاز میں، ان قوانین کا متن پیش کریں گے۔ اس کے بعد متعلقہ آیاتِ قرآنی لا کر ان قوانین اور فاضل مقالہ نگار کے دلائل کا جائزہ لیں گے۔

مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961ء کی دفعہ 7 طلاق کا متن

(1) کوئی شخص جو اپنی زوجہ کو طلاق دینا چاہے، طلاق دینے کے بعد جو خواہ کسی صورت میں ہو، جتنی جلد ممکن ہو اس کی تحریری اطلاع چیئرمین کو دے گا اور اس کی نقل زوجہ کو مہیا کرے گا۔

(2) جو کوئی ذیلی دفعہ (1) کے احکام کی خلاف ورزی کرے اسے اتنی مدت کے لئے قید محض کی سزا دی جائے گی جو ایک سال تک ہو سکتی ہے یا پانچ ہزار روپے تک جرمانے کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔

(3) ماسوائے جیسا کہ ذیلی دفعہ (5) میں قرار دیا گیا ہے' طلاق' تاوقتیکہ صریحاً یا بصورت دیگر پہلے ہی رجوع نہ کر لیا گیا ہو' اس وقت تک موثر نہ ہو گی جب تک کہ اس دن سے نوے دن نہ گزر جائیں۔ جس دن چیئرمین کو ذیلی دفعہ (1) کے تحت نوٹس حوالے کیا گیا ہو۔

(4) ذیلی دفعہ (1) کے تحت نوٹس کی وصولی کے تیس دن کے اندر چیئرمین فریقین میں مصالحت کرانے کی غرض سے ایک ثالثی کونسل تشکیل دے گا اور ثالثی کونسل مذکورہ مصالحت کرانے کے لئے تمام ضروری اقدامات کرے گی۔

(5) اگر طلاق دیتے وقت بیوی حاملہ ہو تو طلاق اس وقت تک موثر نہ ہو گی جب تک ذیلی دفعہ (3) میں مذکورہ مدت نہ گزر جائے یا وضع حمل نہ ہو جائے جو بھی بعد میں ہو۔

(6) کوئی امر کسی زوجہ کو جس کا نکاح دفعہ ہذا کے تحت موثر طلاق کے ذریعہ ختم ہو گیا ہو' اسی شوہر سے کسی تیسرے شخص کے ساتھ درمیانی نکاح کے بغیر' دوبارہ نکاح کرنے سے محروم نہیں کرے گا تاوقتیکہ مذکورہ اختتام تیسری مرتبہ بایں طور موٴثر نہ ہو جائے۔

ہم نے مسلم عائلی قوانین کی دفعہ 7 کے تحت طلاق کے طریقِ کار کا متن بیان کر دیا ہے۔ اب ہم اس طریقِ کار کا قرآن کی روشنی میں جائزہ پیش کرتے ہیں۔

مسلم عائلی قوانین کی مذکورہ دفعہ 7 کے تحت پہلی ذیلی پانچ دفعات نافذ کرنے کے لئے قرآن کی درج ذیل آیات کی سند سے طلاق کا یہ طریقہ کار ''عمل'' میں لایا گیا ہے۔

(1) وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَماً مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَماً مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحاً يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْماً خَبِيْرًا(4:35)-

(ترجمہ) اگر میاں بیوی میں ناچاقی کا خدشہ ہو' تو ایک ثالث خاوند کے خاندان سے اور ایک بیوی کے خاندان سے مقرر کرو۔ اس طرح اگر میاں بیوی مصالحت کا ارادہ کر لیں (یا یہ دونوں ثالث ان میں اصلاح کی نیت سے موافقت پیدا کرنے کی کوشش کریں) تو اللہ ان میں موافقت پیدا کرے گا۔ بے شک اللہ علیم و خبیر ہے۔

اس آیت سے استنباط کرتے ہوئے' اسلامی عائلی قوانین میں ارادہ طلاق میں باقاعدہ نوٹس بھیجنے کی لازمی پابندی اور مصالحتی کمیشن قائم کر کے میاں بیوی کے درمیان مصالحت کرانے کے لئے طریقِ کار کو ایک قانونی دستاویز کی شکل میں عدت کی مدت کے اختتام سے قبل نافذ کروانا مقصود ہے۔

(2) وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلاثَةَ قُرُوْٓءٍ (2:228)-

(ترجمہ) اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک انتظار میں رکھیں۔

(3) وَالّٰئِیْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلاثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰئِیْ لَمْ يَحِضْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْراً (65:4)-

(ترجمہ) جن عورتوں کو حیض آنا بند ہو چکا ہو' اور اس وجہ سے یہ دشواری لاحق ہو کہ ان کی عدت کا شمار کیسے کیا جائے' تو ان کے لئے تین حیض کے بجائے تین مہینے عدت کی شمار کرو۔ یہی عدت ان عورتوں کے ضمن میں شمار کرو جنہیں کسی عارضہ کی وجہ سے' حیض نہ آ سکا ہو اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل تک ہے۔ جو شخص بھی اللہ (کے قانون) کی نگہداشت کرے گا' اللہ اس کے لئے آسانیاں پیدا کر دے گا۔

اسلامی عائلی قوانین کی طلاق کے تحت دفعہ 7 کی پہلی ذیلی پانچ دفعات کی قرآنی آیات سے سند دینے کے بعد' اب ہم اس کی آخری ذیلی دفعہ 6 کے تحت قرآنی آیت کی سند کو لا کر موضوع کے عنوان حلالہ پر دیئے گئے دلائل کا تفصیلی تجزیہ پیش کر رہے ہیں۔ اس میں سورہ بقرہ کی آیت (2:229) کے اصول الطلاق مرتٰن کو لینے کے بعد' اس کے بعد آگے والی آیت (2:230) پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ پہلے یہ اصول بتایا گیا ہے کہ:

(4) الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ (2:229)-

(ترجمہ) طلاق دو دفعہ ہے۔

پھر اسی اصول کے تسلسل میں اس سے اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ (2:230)-

(ترجمہ) پھر اگر وہ اسے (تیسری بار) طلاق دے' تو وہ عورت اس کے بعد اس کے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح کرے پھر اگر وہ اسے طلاق

دے دے تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں اگر وہ ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لیں اگر ان کو یقین ہو کہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں وہ انہیں ان لوگوں کے لئے کھول کر بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں۔

ہمارے ہاں فقہ میں مکتب ملا نے اس آیت سے استنباط کر کے مروجہ ''حلالہ'' کا تصور پیش کیا ہے۔ یہ تصور ہمارے معاشرہ میں عام رواج کی جگہ پا چکا ہے کہ جہاں کوئی شخص بیوی پر ناراض ہوا' جھٹ تین طلاقیں کہہ دی۔ بعد میں پچھتایا تو ملا صاحب نے حلالہ کا مسئلہ پیش کر دیا۔ اس کی رو سے فتویٰ دے دیا کہ اب اس کی بیوی ایک رات کے لئے کسی دوسرے شخص سے فرضی نکاح رچائے اور صبح کو وہ ہم بستر کے عمل کے بعد طلاق دے دے۔ ''حلالہ'' کی یہ مکروہ رسم دراصل ایک جاہلیت کی رسم تھی' جو اس لئے بھی خلافِ قرآن ہے کیونکہ قرآن میں عارضی نکاح کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ قرآن کریم ایک رات یا مقرر وقت کے نکاح کو اور نہ ہی اس نیت سے نکاح کرنے کو جائز قرار دیتا ہے۔

''حلالہ'' کا یہ مروجہ تصور اس لئے بھی قرآن کے خلاف ہے کہ اس میں ایک ہی موقع پر تین دفعہ طلاق کا لفظ دہرا دینے سے تین طلاقیں شمار ہوتی ہیں۔ اس کے برعکس ہمارے رائج الوقت' قرآن کی روشنی میں مرتب قانون کی رو سے یہ صرف طلاق دینے کی نیت میں شمار ہوگی' جس کا نوٹس متعلقہ اتھارٹی اور زوجہ کو دینا لازم ہے اور اس کی خلاف ورزی پر قید اور جرمانے کی سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ نوٹس کی وصولی کے بعد متعلقہ اتھارٹی کے لئے بھی لازم ہو جاتا ہے کہ وہ قرآنی ہدایت کے مطابق میاں بیوی میں صلح کرانے کے مقصد کے لئے ایک مصالحتی کمیشن کی تشکیل کر سکے۔ پھر اگر صلح نہ ہو سکے تو ایک طلاق شمار ہوگی اور وہ بھی طلاق کے نوٹس کے دن سے نوے روز (تین حیض کے برابر) یا پھر حاملہ ہونے کی صورت میں وضع حمل ہونے تک کی مدت کے بعد موثر ہوگی۔ طلاق اگر اس طریقے اور مراحل سے گذرے' تو ہی وہ موثر ہوتی ہے اور موثر ہونے کے بعد ایک ہی طلاق شمار ہوتی ہے۔ اس ضمن میں خواہ وہ سو دفعہ یا تین دفعہ اور خواہ اسے ہر روز کہتا جائے یا ہر ماہ میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ایک طلاق سے دوسری طلاق اسی وقت موثر ہوگی' جب رائج الوقت مراحل سے گذرنے کے بعد طلاق کی صورت میں مرد دوبارہ بیوی سے نکاح کرے اور پھر انہی ذیلی دفعہ کے مراحل سے گذرتے ہوئے دوبارہ ناچاقی کی صورت میں موثر طلاق دے۔ ان مراحل سے گذرتے ہوئے دو مرتبہ فسخِ نکاح کے بعد اس کی گنجائش نہیں رہتی کہ وہ باہم میاں بیوی بن سکیں' بجز اس صورت میں کہ دوسرے شخص سے نکاح کرے۔ یہاں نکاح کے معنی شب بسری (حلالہ) نہیں۔ اس سے مراد باقاعدہ میاں بیوی کی زندگی بسر کرنا ہے۔

درجِ بالا تصریحات سے واضح ہو جاتا ہے کہ

مروجہ ''حلالہ'' کا تصور زمانہ جاہلیت کی رسم ہے اور قرآن کے خلاف ہونے کی بنا پر اور رائج الوقت قانون کی رو سے متعلقہ اتھارٹی کو نوٹس نہ بھجوانے کی صورت میں قانون کی خلاف ورزی کی بنا پر' اس رسم قبیح میں بالواسطہ یا بلاواسطہ شامل سبھی لوگ سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔ اس لئے ہمیں یہ بات ملحوظ نگاہ رکھنی چاہئے کہ مروجہ ''حلالہ'' کا تصور قرآن کا موضوع ہی نہیں لہٰذا اسے قرآنی تعلیم میں جگہ دینا کسی طور پر بھی مناسب نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مقالہ نگار کے ذہن کو حلالہ کے مروجہ تصور نے متاثر کیا ہوا تھا کہ انہوں نے قرآن کی درج بالا سورہ بقرہ کی آیت کا ترجمہ میں حتیٰ کو انتہائیہ معنی کی بجائے سببیہ معنی میں لیتے ہوئے ادارہ بلاغ القرآن کے موقف کی تائید میں فرمایا کہ:

فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجاً غَيۡرَهٗ فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ يَتَرَاجَعَاۤ اِنۡ ظَنَّاۤ اَنۡ يُّقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ وَتِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوۡمٍ يَعۡلَمُوۡنَ (2:230)-

آیت مجیدہ کا مفہوم یہ ہے کہ جب شوہر تیسری مرتبہ طلاق دے دے تو تین مرتبہ تجربہ کی بنا پر یہ عورت اب اس مرد کے لئے حلال نہیں اس سبب سے یہ عورت کسی اور مرد سے نکاح کر لے' اب اگر نئے جوڑے میں بھی اختلاف ہو جائے اور نیا شوہر اس کو طلاق دے دے تو قرآن کہتا ہے نئے جوڑے کو بھی رجعت کا حق حاصل ہے۔

اپنے مفہوم کی وضاحت میں اپنا بنیادی موقف بیان کرتے ہوئے' فاضل مقالہ نگار فرماتے ہیں کہ:

فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجاً غَيۡرَهٗ فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ يَتَرَاجَعَاۤ اِنۡ ظَنَّاۤ اَنۡ يُّقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ وَتِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوۡمٍ يَعۡلَمُوۡنَ (2:230)- حتیٰ سببیہ ہے۔ انتہائیہ نہیں۔ عام ترجموں میں اسے انتہائیہ بنا کر آیت مجیدہ کا یہ مفہوم لیا گیا ہے کہ جب کسی عورت کو تین مرتبہ طلاق ہوتا ہے تو وہ پہلے شوہر کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے...... آیت مجیدہ میں نہ حتیٰ انتہائیہ ہے اور نہ تین مرتبہ کی طلاق کے بعد مطلقہ عورت کبھی بھی سابقہ شوہر کے لئے حلال ہو سکتی ہے۔

اس طرح فاضل مقالہ نگار نے تین مرتبہ کی طلاق یافتہ مطلقہ عورت کو مطلق حرام رشتوں کی لسٹ میں شامل کر دیا۔ اپنے دعویٰ کے حق میں انہوں نے کچھ دلائل بھی دیئے ہیں' جن کا ابھی ہم تذکرہ کرنے کے بعد تبصرہ کریں گے۔ یہاں ہم چاہیں گے کہ ان کے دعویٰ کی بنیاد یعنی آیت میں حتیٰ کا ترجمہ انتہائیہ کی جگہ سببیہ کو لانے کا' عربی زبان کے قوائد (گرائمر) کے حوالہ سے جائزہ لیں۔

اس آیت (2:230) میں ''حتیٰ'' کے بعد تنکح کا

لفظ استعمال ہوا ہے جو فعل مضارع کا صیغہ ہے۔ عربی گرائمر کی رو سے فعل مضارع سے پہلے ''حتیٰ'' کے جملے کا استعمال تین معانی پر دلالت کرتا ہے۔

(1) غائیہ (انتہائیہ)

(2) سببیہ

(3) استثناء

(1) غائیہ (انتہائیہ) کے ذریعے انتہائے غایت تک یکبارگی سے نہیں بلکہ اکثر و بیشتر بتدریج اور مرحلہ وار پہنچا جاتا ہے۔

حتیٰ غائیہ (انتہائیہ) کا مابعد اسم اس کے ماقبل اسم کے حکم میں داخل ہوتا ہے۔ (الی کے برعکس) یہ اس وقت ہوتا ہے، جب تک اس کے خلاف کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔ البتہ اس کا مابعد اسم کا ماقبل اسم کا جزو ہونا ضروری ہے۔

یہ قسم عام طور پر استعمال ہوتی ہے اور اس کا اردو ترجمہ ''تک اور جہاں تک'' کیا جاتا ہے اور اسی لئے فاضل مقالہ نگار نے اعتراف کیا ہے کہ یہی ترجمہ قرآن کے عام ترجموں میں کیا جاتا ہے۔ یہ اس لئے کیا جاتا ہے کہ اس کے خلاف کوئی قرینہ نہیں۔

(2) سببیہ (تعلیل)۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس سے سبب اور علت کے دریافت ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

اس میں لام تعلیل کے برعکس حتی کا ماقبل سبب ہوتا ہے، اس کے مابعد کا۔ یہ ترتیب لام تعلیل کی ترکیب کے برعکس ہے کیونکہ لام کا مابعد سبب ہوتا ہے۔ اس کے ماقبل کا۔

اگر غائیہ (انتہائیہ) کے حق میں حتی کے قرائن نہ پائے جائیں بلکہ سببیہ کے حق میں ہوں، تو پھر اس کا استعمال ہوتا ہے۔

اس کا اردو میں ترجمہ اس سبب سے کیا جاتا ہے، جیسا کہ فاضل مقالہ نگار نے اس آیت (2:230) میں کیا ہے۔

(3) استثناء۔ اگر پہلے دو معنی میں دلالت نہ کرے تو یہ استثناء پر دلالت کرتا ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے اس پر بحث نہیں کی ہے۔

مزید تبصرہ آیت میں عربی زبان کے قواعد کی رو سے حتیٰ غائیہ (انتہائیہ) کے استعمال کے لئے تمام شرائط اور قرائن موجود ہیں۔ اس لئے فاضل مصنف نے ان قوائد کی روشنی میں علماء کے حتیٰ کے ترجمہ غائیہ (انتہائیہ) جہاں تک کو کرنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ حتیٰ کا استعمال غائیہ (انتہائیہ) کے حق میں ہی ہوتا ہے اور کسی دوسرے کے حق میں یعنی سببیہ اور استثناء میں نہیں، جب تک کہ یہ ثابت نہ کیا جائے کہ عربی زبان کے قوائد کی رو سے اس کے غائیہ (انتہائیہ) معنی لینے کے قرائن نہیں پائے جاتے۔

حتیٰ سببیہ کے معاملے میں عربی زبان ہی کے قوائد کی رو سے بتایا گیا ہے کہ اس میں لام تعلیل کے برعکس حتیٰ کا ماقبل سبب ہوتا ہے اس کے مابعد کا۔ اسی لئے فاضل مقالہ نگار نے اس آیت (2:230) میں حتی کے ماقبل اسم تین مرتبہ طلاق کی بنا پر عورت کا شوہر کے لئے حرام ہونا سبب بتایا گیا ہے کہ مطلقہ حتی کے مابعد اسم کسی اور مرد سے نکاح کرلے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی پہلے شوہر سے ایک یا دو دفعہ طلاق پانے کی صورت میں بھی عورت کسی غیر مرد سے شادی کرسکتی ہے یا صرف تین دفعہ طلاق پانے ہی کی صورت میں اسے ایسا کرنے کی اجازت ہے؟ اگر تین دفعہ طلاق پانے کی شرط کی قید نہیں، تو بلا شبہ کہا جا سکتا ہے کہ یہی سبب نہیں کہ وہ غیر سے شادی کرے۔ لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں نہ صرف حتی کے غائیہ (انتہائیہ) استعمال کے خلاف قرائن موجود نہیں ہیں بلکہ سببیہ کے استعمال کی گنجائش بھی نہیں ہے۔

زیرِتبصرہ آیت (2:230) میں حتیٰ کہ سببیہ معنی میں استعمال نہ کرنے کی وجہ، اس سے بھی عیاں ہے کہ اس میں زوج ثانی کی طلاق کے بعد رجوع کرنے کی صورت میں کہا گیا ہے کہ ایسے فعل میں فلا جناح یعنی کوئی گناہ یا قباحت نہیں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حتیٰ کو سببیہ استعمال میں لا کر رجوع کا حق، زوجِ ثانی ہی کو تفویض کیا جائے، تو اس کی یہ کہہ کر وضاحت کرنا کہ اس فعل میں کوئی قباحت یا گناہ نہیں کس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ یہاں کسی قانون سے استثناء کی بات تو ہو نہیں رہی، کیونکہ زوجِ ثانی کا یہ رجوع پہلی طلاق کے نتیجہ میں ہوگا۔ اس کی تو پہلے ہی سے الطلاق مرتٰن کے تحت اجازت ہے تو قباحت محسوس کرنا چہ معنی دارد۔

فاضل مقالہ نگار نے اپنے اس زیرِتبصرہ مقالہ میں حتیٰ کو غائیہ کی بجائے سببیہ استعمال کا بنیادی موقف اپنانے پر عربی زبان کے ان قواعد کو اپنی بحث میں شامل کرنا چاہئے تھا۔ اس کے برعکس انہوں نے درج ذیل قوائد اور منطقی دلائل سے اپنے موقف کے حق میں ثبوت فراہم کئے ہیں۔ ان کو ہم الگ الگ درج کر کے اس کا تجزیہ علمی اور منطقی طریق کار سے پیش کریں گے۔

پہلی دلیل:

فاضل مقالہ نگار نے پہلی دلیل یہ دی ہے کہ یہ کسی طرح مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ زوجِ اول کو تین طلاقوں کے بعد بھی ایک اور موقع دیا جائے اور زوجِ ثانی کو طلاق کا ایک موقع بھی نہ دیا جائے۔

تجزیہ:

معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مقالہ نگار یہاں غلطی سے لکھ گئے ہیں، کہ یہ کسی طرح مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ زوجِ ثانی کو طلاق کا ایک موقع بھی نہ دیا جائے۔ دراصل وہ کہنا

چاہ رہے تھے کہ ایک موقع طلاق دینے کے بعد رجوع اور دوسری طلاق کا موقع نہ دیا جائے' کیونکہ یہاں تو بات کا آغاز ہی زوجِ ثانی کو طلاق کا ایک موقع دینے سے ہو رہا ہے۔ اس ضمن میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ بھول گئے ہیں' کہ انہوں نے زیرِتبصرہ آیت (2:230) کی پہلی آیت ہی میں اپنے مقالہ میں قرآن کا یہ اصول واضح کیا ہے کہ

الطلاق مرتٰن (2:229)-

طلاق دو بار ہے۔

یہاں تو قرآن نے مطلق دو بار طلاق دینے کی اجازت یا پھر موقع دیا ہے۔ مطلق سے مراد ہی بلا قید زوج اول یا زوجِ ثانی سبھی شامل ہوتے ہیں۔ زیرِتبصرہ آیت چونکہ اس آیت کے تسلسل میں زوجِ اول کی طلاق کی صورت میں' بیوی کے حرام یا حلال رشتے کی بات ہو رہی تھی' اس لئے اس آیت میں تو زوجِ اول ہی کی ممکنہ صورتِ حال کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ اس سے فرضی ممکنہ نتیجہ نکالنا علمی اور منطقی اندازِ فکر نہیں۔

دوسری دلیل:

دوسری دلیل میں پوری آیت کے پہلے حصے کو علیحدہ کر کے زیرِتبصرہ آیت (2:230) کا متن یوں سامنے لایا گیا ہے۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ (2:230)-

اس آیت میں ضمائر عَلَيْهِمَآ' ظَنَّآ' يُّقِيْمَا کی ضمائر طَلَّقَهَا کی ہی طرف جا رہی ہیں۔ لہٰذا عَلَيْهِمَآ سے مراد زوجِ ثانی اور مطلقہ ہوگا (چونکہ طَلَّقَهَا میں زوجِ ثانی کی طلاق کا ذکر ہے)۔ اس لئے رجوع بھی یہاں يَتَرَاجَعَآ زوجِ ثانی ہوگا۔ زوجِ اول یہاں مراد لینا عربی کے قوائد کے مطابق درست نہیں۔

تجزیہ:

ہمیں بتایا گیا ہے کہ عربی قواعد کا اطلاق' آیت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے نہیں کیا جاتا' بلکہ پوری آیت کو سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے۔ یہاں ہم آیت کے پورے ٹکڑے کا متن دوبارہ قارئین کی سہولت کے لئے درج کئے دیتے ہیں۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ (2:230)-

یہاں فاضل مقالہ نگار ہی کی دلیل کے مطابق ضمائر عَلَيْهِمَآ' ظَنَّآ' يُّقِيْمَا اور زوجِ ثانی سے منسوب طَلَّقَهَا' سبھی ضمائر شروع کی زوجِ اول کی ضمیر طَلَّقَهَا کی طرف جا رہی ہیں۔ لہٰذا یہاں زوجِ اول ہی مراد ہوگا اور زوجِ ثانی مراد لینا' فاضل مقالہ نگار ہی کی دلیل کے مطابق

عربی کے قواعد کے مطابق درست نہ ہوگا۔

تیسری اور چوتھی دلیل:

یہاں فاضل مقالہ نگار نے ایک ہی قسم کی دلیلیں دی ہیں، اس لئے انہیں اکٹھا بیان کیا جارہا ہے۔ تیسری دلیل میں مقالہ نگار فرماتے ہیں کہ طلاق کے بعد رجعت کا حق اس مرد کو ہے، جس نے طلاق دی ہے۔ عقلاً یہ بات درست نہیں کہ طلاق تو ایک شخص دے اور رجعت کا حق دوسرے شخص کو ہو۔ یہی بات مقالہ نگار نے اپنی چوتھی دلیل میں دی ہے کہ یَتَرَاجَعَآ میں رجوع کرنے میں زوجِ ثانی کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

تجزیہ:

ان دلائل میں فاضل مقالہ نگار نے کوئی نئی بات نہیں کی بلکہ پہلے بیان کی گئی ہی بات کو دہرایا ہے۔ وہ بار بار زوجِ ثانی کے طلاق یا رجوع کرنے کا حق دینے پر اصرار کررہے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بھی وضاحت کی گئی ہے کہ طلاق کا دو دفعہ کا مطلق حق شوہروں کو خواہ وہ اول اور ثانی ہوں، دیا گیا ہے۔ اس مطلق حق کی موجودگی میں علیحدہ زوج ثانی یا پھر کوئی اور کو علیحدہ اجازت دینے کی قرآن کے حوالے سے ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مقالہ نگار کی اس امر سے تسلی نہیں ہورہی، اس لئے وہ اس آیت (2:230) کے حوالے سے زوجِ اول کو نظرانداز کر کے حتیٰ کو زبردستی سببیہ کے استعمال میں لا کر زوجِ ثانی کے طلاق اور رجوع کے حق کو زیرِ بحث لا رہے ہیں۔ اگر وہ اس آیت میں حتیٰ کے غائیہ استعمال کے صحیح تناظر میں دیکھ پاتے، تو ان دلائل سے چھٹکارا حاصل کر لیتے۔ مزید یہ کہ ان کو دوسروں پر یہ الزام لگانے کی نوبت بھی نہ آتی، کہ وہ زوجِ ثانی کو طلاق اور رجوع کے حق سے محروم کررہے ہیں۔

پانچویں دلیل:

فاضل مقالہ نگار نے مطلقات کے بارے میں قرآن کی درج ذیل آیت کے حوالے سے یوں دلیل دی ہے کہ:

وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِکَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحاً (2:228)-

ان کے خاوندان کو واپس لینے کے زیادہ حقدار ہیں اگر وہ اصلاح چاہیں۔

اس آیت سے انہوں نے بُعُل کے معنی کو زیرِ تبصرہ آیت (2:230) کے زوجِ ثانی کی طلاق پر منطبق کرتے ہوئے یوں دلیل دی ہے کہ:

> اس آیتِ کریمہ میں زوجِ ثانی نے طلاق دی ہے۔ بُعُل سے مراد زوجِ ثانی ہی ہوسکتا ہے۔ زوجِ اول اس زمرہ میں نہیں آسکتا کیونکہ جب دوسرا نکاح ہوگیا، تو شوہر اب دوسرا شخص ہے۔

پہلا شوہر اس کا بُعُل نہیں ہوسکتا۔ زوجِ ثانی شوہر (بُعُل) ہونے اور زیادہ حق دار ہونے کی وجہ سے رجوع کرنے کے لئے عورت کی لازمی رضامندی کی ضرورت کے بھی محتاج نہیں ہیں...... چونکہ زوج اول کی طرف رجوع کرنے کی اجازت نہیں ہے اس لئے حلالہ کا مسئلہ بھی پیدا نہیں ہوتا۔

تجزیہ:

معلوم ہوتا ہے کہ زیر تبصرہ آیت (2:230) کے تناظر میں وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ پہلے شوہر نے بیوی کو طلاق دے دی ہے' اس لئے وہ اس کا شوہر نہیں رہا بلکہ سابقہ شوہر ہو گیا ہے۔ اس لئے بعل کہلانے کا مستحق نہیں رہا۔ اس آیت میں جو کام پہلے شوہر نے طلقھا کا کیا تھا' وہی کام زوجِ ثانی نے بھی کیا ہے۔ اس لئے زیر تبصرہ آیت یں دونوں کی حیثیت سابقہ شوہروں کی ہو جاتی ہے۔ تو کیا فاضل مقالہ نگار یہ کہنا چاہتے ہیں کہ زوجِ اول کی حیثیت پرانے سابقہ شوہر کی ہے اور زوجِ ثانی کی حیثیت تازہ سابقہ شوہر کی ہے' اس لئے تازہ سابقہ شوہر ہی بعل کے لفظ سے پکارے جانے کا مستحق ہے۔

کسی لفظ کا ترجمہ کرتے وقت سند لغات ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ فاضل مقالہ نگار چونکہ محترم پرویز صاحب کی مرتب کی ہوئی لغات القرآن سے سند حاصل کرتے ہیں' اس لئے ہم اسی کے حوالے سے پطرس بستانی کی محیط المحیط میں ہی زوج اور بعل میں یہی فرق پاتے ہیں کہ زوج تو ہر شوہر کو کہتے ہیں لیکن بعل اس وقت کہتے ہیں' جب وہ بیوی سے جنسی اختلاط کر چکا ہو۔

اس فرق کی رو سے زوجِ ثانی کو ہی بعل کا درجہ دینے کے لئے' اس بات کی وضاحت کرنا پڑے گی کہ شوہر اول نے جنسی اختلاط نہیں کیا اور زوجِ ثانی نے چونکہ ایسا کیا ہے' اس لئے زوج ثانی ہی بعل کی حیثیت رکھتا ہے۔

قرآنی آیت سے استنباط کی ہوئی یہ بات کہ رجوع کرنے کے لئے عورت کی رضامندی بھی ضروری نہیں' صرف وہی جرأت کر سکتے ہیں جو قرآنی نظام میں جبر کو داخل کرنا چاہتے ہوں۔ فاضل مقالہ نگار سے بہتر کون جان سکتا ہے کہ **الا اکراہ فی الدین** . دین میں کوئی جبر نہیں۔ قانون میں بھی نکاح کو فریقین کے مابین ایک معاہدے کی حیثیت حاصل ہے اور معاہدے میں بھی کسی فریق کے جبر کرنے کی صورت میں' معاہدہ ہی کالعدم ہو جاتا ہے۔

چھٹی دلیل:

فاضل مقالہ نگار نے زیر تبصرہ مقالہ کے آخر میں اپنے موقف کے ثبوت میں دلیل دیتے ہوئے فرمایا کہ:

> قرآن کریم نے صاف' واضح اور دوٹوک الفاظ میں کہہ دیا **الطلاق مرتٰن**. صرف دو مرتبہ طلاقوں کے بعد نکاح ہوسکتا ہے (اصل میں ترجمہ ہے کہ طلاق دو دفعہ ہے از تبصرہ نگار) تیسری طلاق

کے بعد نہ قرآن نے چوتھے، پانچویں، چھٹے نکاح کی اجازت دی ہے اور نہ ہی چوتھی، پانچویں، چھٹی طلاق کا ذکر کیا ہے۔

اسی بنا پر فاضل مقالہ نگار نے حلالہ کے موضوع پر طلوع اسلام میں شائع مقالہ میں فرمایا تھا کہ چوتھے نکاح کا قرآن میں ذکر نہ ہونا۔ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ حلال نہیں اور لہٰذا اس کی اجازت نہیں ہے۔

تجزیہ:

میں فاضل مقالہ نگار کی توجہ سورہ النساء کی آیات 24-23 کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ ان آیات کا آغاز ''حرمت علیکم'' کرتے ہوئے ان تمام عورتوں کی تفصیل دے دی، جن کا نکاح مومنوں پر حرام قرار دے دیا۔ اس تفصیلی فہرست دینے کے بعد قرآن کا ارشاد ہے کہ:

وَاُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ (4:24)-

ان عورتوں کے علاوہ اور سب تمہارے لئے حلال ہیں۔

ان عورتوں میں جو مومنوں پر حرام ہیں کی فہرست میں طلاق یافتہ عورتیں شامل نہیں ہیں۔ اس لئے وہ قرآن کی درج بالا آیت (4:24) کے حوالے سے نکاح کے لئے حلال ہیں۔

زیر تبصرہ آیت (2:230) میں البتہ دو دفعہ طلاق یافتہ عورت سے نکاح کو حلال نہیں قرار دیا گیا جب تک کہ وہ غیر مرد سے نکاح کرنے کے بعد موثر طلاق حاصل نہ کرے۔ یہ پابندی جیسا کہ آیت سے ظاہر ہوتا ہے مستقل پابندی نہیں ہے اور اسی لئے ان حرام رشتوں میں شامل نہیں۔ یہ اضافی پابندی ہے جو خاص حالات میں لگائی گئی ہے اور پھر متعلقہ شرط پوری ہونے کے بعد اٹھا لی گئی ہے۔ اسے اسی تناظر میں دیکھنا چاہئے۔ فاضل مقالہ نگار نے مروجہ حلالہ کے تصور کو ذہن میں رکھ کر دو دفعہ مطلقہ کو مستقل حرام رشتہ کی فہرست میں جو رکھا ہے وہ زیر تبصرہ آیت کا موضوع ہی نہیں۔ وہ آیات (4:23-24) کا موضوع ہے۔ اگر وہ اس بات پر غور کر لیتے، تو شاید بے سود مشقت کی تکلیف سے بچ جاتے۔

تبصرہ کے آخر میں، فاضل مقالہ نگار کا اعتراف سامنے لایا جا رہا ہے کہ وہ یہ مقالہ بقول ان کے عمدۃ العلماء، نخبۃ الفقہا جناب مولوی محمد عبداللہ صاحب (چکڑالوی) مرحوم سے ہی فیض حاصل کرتے ہوئے اور انہی کی تعلیم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تحریر کر رہے ہیں۔ اسی قسم کی وابستگی کا برملا اظہار وہ ادارہ طلوع اسلام لاہور اور محترم پرویز صاحب کی فکر سے کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے اگر ہم مولوی عبداللہ (چکڑالوی) یا ادارہ بلاغ القرآن (اہل قرآن) کا موقف جاننے کے لئے، محترم پرویز صاحب کے مقالہ کے حوالے سے بات کریں تو شاید فاضل مقالہ نگار کے لئے یہ ناقابل قبول نہ ہو۔ ہمارے سامنے طلوع اسلام لاہور کے جون 1975ء کے شمارے کی کاپی موجود ہے۔ اس میں

محترم پرویز صاحب کا ایک مقالہ بعنوان ''فرقہ اہل قرآن کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں کا تجزیہ'' شائع ہوا ہے۔ اس میں انہوں نے فرقہ اہل قرآن/مولوی عبداللہ چکڑالوی اور اپنی فکر کا موازنہ بھی پیش کیا ہے۔ فاضل مقالہ نگار کے زیر تبصرہ مقالہ کے حوالے سے جو حلالہ کی روایت کے زیر اثر تحریر کیا گیا ہے' صرف ایک ہی موازنہ پیش کرنے پر اکتفا کیا جا رہا ہے:

''فرقہ اہل قرآن کا دعویٰ یہ ہے کہ تمام احکام کی جزئیات قرآن کریم نے خود متعین کر دی ہیں...... اور عبداللہ چکڑالوی نے اپنے ہاں اسلامی نظام یا خلافت علی منہاج رسالت کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ وہ خالص مذہب کی سطح پر سوچتے تھے اور مذہب میں نظام کا تصور ہی نہیں ہوتا۔ یہ یکسر انفرادی اور پرائیویٹ معاملہ ہوتا ہے۔''

اس کے برعکس طلوع اسلام کا موقف ہے کہ:

''قرآنی احکام میں بعض ایسے ہیں' جن کی جزئیات تک بھی قرآن نے خود متعین کر دی ہیں۔ یہ جزئیات بھی نہایت واضح' روشن اور غیر مبہم ہیں۔ دوسرے احکام ایسے ہیں جنہیں اصولی طور پر دیا گیا ہے۔ اور مقصد اس سے یہ ہے کہ ان کی جزئیات اسلامی نظام مملکت خود متعین کرے' اس شرط کے ساتھ کہ وہ قرآن کے کسی اصول' حکم یا تعلیم سے ٹکرائیں نہیں۔ ان جزئیات میں زمانے کے تقاضوں کے ساتھ عندالضرورت تبدیلی ہوسکتی ہے۔ لیکن ان کا تعین ہو یا تغیر و تبدل' اس کا اختیار صرف اسلامی نظام کو حاصل ہے' کسی فرد یا کسی گروہ کو نہیں۔ اسے وہ مذہب کے مخالف دین کے نام سے پکارتے ہیں۔

یہاں اب دونوں مخالف مسالک مذہب اور دین میں ایک ہی کا انتخاب ہوسکتا ہے جو فاضل مقالہ نگار کی صوابدید ہے۔ اس انتخاب کی اہمیت اس شکایت سے مزید بڑھ جاتی ہے' جس کا اظہار محترم پرویز نے مقالہ میں یوں کیا ہے کہ: ''بلاغ القرآن والے بار بار طلوع اسلام کا ذکر کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے رہتے ہیں۔ ان پر واضح ہونا چاہئے کہ طلوع اسلام...... کوئی فرقہ نہیں ہے۔ اس لئے اس نے نماز' روزہ وغیرہ میں کوئی نیا طریقہ اختیار نہیں کیا۔ یہ خالص فکری تحریک ہے۔''

طلاق اور حلالہ کے ضمن میں ہم اپنی وضاحت دوبارہ دہرا رہے ہیں کہ ہمارے ملک کا رائج الوقت قانون مسلم عائلی آرڈیننس 1961ء طلوع اسلام کے درج بالا موقف سے مطابقت رکھتا ہے۔ اس قانون کے طریق کار میں بھی طلوع اسلام کے موقف سے مطابقت پائی جاتی ہے کہ اسے اسلامی

نظامِ مملکت نے قرآنی اصولوں کی حدود کے اندر رہتے ہوئے مشاورت سے مرتب کر کے نافذ کیا ہوا ہے۔

لہٰذا اسی لئے مقالہ میں طلاق اور حلالہ کے متعلق اسی آرڈیننس کی متعلقہ شق نمبر 7 کا پورا متن درج کر دیا ہے، تاکہ قارئین اس کی روشنی میں اپنی راہنمائی خود کر سکیں۔ اب حکومت کا فریضہ ہے کہ اس قانون کے نفاذ کے لئے فیصلے صادر کرے۔ اس کے علاوہ اب کسی فرد کو بھی نہ کسی سے فتویٰ مانگنے کی ضرورت ہے اور نہ کسی مفتی یا فرقہ کو فتویٰ دینے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

پلاٹ برائے فروخت

Litigation Free پلاٹ نمبر 25۔اے، احباب کواپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لاہور برائے فروخت ہے۔ خریدنے کے خواہش مند درج ذیل پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

فون نمبر: 042-35961809، موبائل: 0346-4318077

ایک عظیم قرآنی خزانہ

قرآن مجید پر غور و فکر کرنے والوں کے لئے خوشخبری

مفکرِ قرآنِ مجید علامہ پرویزؒ صاحب کی زندگی بھر کی قرآنی بصیرت کو دیکھا اور سنا جاسکتا ہے۔

WWW.QURANBREEZE.COM, WWW.TOLUISLAM.COM

سی ڈی اور کتب کی خریداری
☆ بیرون ملک bazmdenmark@gmail.com, PDF.EBOOK
☆ اندرون ملک، فون: 35753666 42 92+، ای میل: trust@toluislam.com

تفسیر القرآن از۔ سرسید احمد خان

سابقہ سات جلدیں، دو خوبصورت جلدوں میں، ہدیہ -/1500 روپے علاوہ محصول ڈاک۔

ملنے کا پتہ: مکتبۂ اخوت، اخوت سنٹر، (مچھلی منڈی) اردو بازار، لاہور۔

فون: 042-37235951، موبائل: 0333-4298184

طلوعِ اسلام ٹرسٹ سے بھی دستیاب ہے۔ فون نمبر: 042-35753666

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجہ ازہر عباس، فاضل درسِ نظامی

دیدہ ام فردے دریں قحط الرجال

جب سے پاکستان وجود میں آیا ہے، اس کے حالات بتدریج خراب سے خراب تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ جب کسی ملک میں امن و امان ختم ہو جاتا ہے اور تعصب، تشدد اور دہشت گردی کا دور دورہ ہو جاتا ہے، تو اس معاشرہ میں آہستہ آہستہ فکری صلاحیتیں ختم ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور فکر میں معروضیت بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔ آج پاکستان کی یہی صورت حال ہے کہ مفکرین کی تعداد برابر کم ہوتی چلی جا رہی ہے اور اسی تناسب سے علمی و فکری کتابوں کی اشاعت بہت ہی کم ہو رہی ہے۔ سارے سال میں چند کتابیں ایسی طبع ہوتی ہیں جو Thought-Provoking ہوتی ہیں۔

تین روز پیشتر ایک نہایت ہی عمدہ کتاب انگلش زبان میں بنام Questing the Authority of the Past شائع ہوئی ہے۔ اس کا Sub Title، The Ahl-al-Quran Movements in Panjab ہے، اس پرمغز کتاب کو، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب 348 صفحات پر مشتمل ہے، اس کے مصنف محترم جناب علی عثمان قاسمی صاحب ہیں۔ جنہوں نے Heidellerg، جرمنی یونیورسٹی سے پی۔ایچ۔ڈی، کیا ہوا ہے اور وہ لندن یونیورسٹی کے Royal Hollowing College کے Newton Fellow بھی ہیں۔ باوجودیکہ اس کتاب کا موضوع اس قدر خشک، اکتا دینے والا اور Monotonus ہے، لیکن اس کے باوجود یہ کتاب اس درجہ gripping ہے کہ ایک مرتبہ شروع کر دینے کے بعد، اس کو چھوڑنے کو دل ہی نہیں چاہتا۔ اسی درجہ اس کی زبان شستہ، Chaste اور Flowery ہے۔ ہمارے اس مختصر سے مضمون میں اس کتاب پر کوئی تبصرہ کرنا مقصود نہیں ہے، اگر ضرورت ہوئی تو آئندہ کبھی پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ہمارے اس مضمون میں تو اس کتاب کا صرف تعارف کرانا پیش نظر ہے، تاکہ حلقہ طلوع اسلام کے احباب، اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں، اور ان کو اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ بھی ہو جائے۔ کتاب کے تعارف سے ہٹ کر جو مشاہدات و واقعات اس مضمون میں تحریر کئے جائیں گے وہ بھی کوئی علمی انداز کے نہیں ہوں گے، چونکہ راقم سطور بالکل ابتدائی عمر سے اس تحریک سے تقریباً 62 سال سے وابستہ چلا آ رہا ہے، اس لئے اسے دوسروں

کے مقابلے میں ایک Privilege حاصل ہے' کہ ذاتی مشاہدات بکثرت بیان کرسکتا ہے' اور ان میں سے بیشتر واقعات راقم سطور کے بعد کوئی اور تحریر نہیں کرسکتا۔

حدیث کو تمام ہی مسلمان مانتے چلے آرہے ہیں' مسلمانوں میں سے کسی گروہ کو بھی حدیث سے انکار نہیں تھا۔ حدیث کے سلسلہ میں اصل بحث جو شروع سے چلی آرہی ہے وہ اس کے مقام کے تعین سے متعلق ہے۔ عام جمہور علماء حدیث کو وحی خفی کا مقام دیتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں (1) حدیث کو حجیت کا مقام مل جاتا ہے (2) اس کی اطاعت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت قرار دی جاتی ہے (3) حدیث اسلامی قانون کے ماخذ کا درجہ حاصل کرلیتی ہے (4) حدیث کے ذریعے جن آیات کی تفسیر کی جاتی ہے' وہ تفسیر حتمی و قطعی ہوتی ہے' کیونکہ وہ تفسیر' رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ تفسیر قرار دی جاتی ہے۔ بعض علماء وحی خفی کو الہام بھی کہتے ہیں' اس سے معاملہ اور بھی Complicated ہوجاتا ہے۔ ہمارے شروع کے دور میں معتزلہ کا گروہ حُجّیت حدیث کا قائل نہیں تھا۔ امام شافعی کی کتاب ''الرسالہ'' میں اس کی تفصیل موجود ہے' اس تفصیل میں ایک معتزلی عالم اور امام شافعی کی بحث درج ہے' جو مقام حدیث کے متعلق ان دونوں کے مابین ہوئی تھی' چونکہ معتزلہ کا لٹریچر زیادہ تعداد میں موجود نہیں ہے اس لئے حدیث کے متعلق ان کے نظریات واضح طور پر سامنے نہیں آتے۔ موجودہ دور کے اہل قرآن میں بھی حدیث کے مقام کے تعین میں اختلاف ہے' تمام علماء اہلِ قرآن کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ روایات وحی نہیں ہیں۔ یہ تمام روایات حضور ﷺ کے غور و فکر کے نتائج ہیں کیونکہ اگر حضور ﷺ کا ہر قول وحی الٰہی ہوتا' تو حضور ﷺ کو مشورہ کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ کیونکہ وحی میں مشورہ کرنے کا کیا کام؟ اور اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ احادیث سے اطاعت رسول نہیں ہوسکتی۔ مولوی محمد عبداللہ ان احادیث کو بھی جو قرآن کے مطابق ہوتی تھیں' ان کو بھی ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ وہ احادیث جو قرآن کے مطابق ہیں اور وہی بات کہہ رہی ہیں جو قرآن کہہ رہا ہے' تو ان کو ماننے سے کیا فائدہ وہ بات براہ راست قرآن سے ہی حاصل کرلینی چاہئے لیکن تحریک طلوع اسلام کے نزدیک وہ احادیث جو قرآن کریم کے مطابق ہیں اور جن سے رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس بھی مجروح نہیں ہوتی' وہ احادیث قابل قبول ہیں۔ علامہ اسلم جیراجپوری کے نزدیک احادیث دین کا جزو نہیں ہیں۔ یہ صرف دین کی تاریخ ہیں۔

زیر تعارف کتاب میں' احادیث کی پوزیشن اور علماء اہل قرآن کے مختلف انفرادی نظریات سے خوب بحث کی گئی ہے' جو بہت ہی معلومات افزاء اور بصیرت افروز ہے۔ کتاب کی ابتداء سرسید احمد خاں صاحب کے نظریات سے شروع کی گئی ہے۔ ہمارے نزدیک سرسید احمد خاں کا

شمار اہل قرآن میں نہیں ہے۔ ہمارے خیال میں ساری امت مسلمہ میں' اس ''اصطلاحی مفہوم'' کے مطابق پہلے اہل قرآن مولوی محمد عبداللہ تھے' ان کے خیالات پر اس کتاب میں بڑا سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کتاب میں صرف حقائق بیان کئے گئے ہیں اور انتہائی درجہ کی Objectivity پیش نگاہ رکھی گئی ہے۔ کسی ایک جگہ بھی جناب قاسمی صاحب کے ذاتی نظریہ کی پرچھائی یا جھلک دکھائی نہیں دیتی' نہ ہی ساری کتاب میں مصنف کا کسی کی طرف رجحان یا بے رخی ظاہر ہوتی ہے۔ ایک بالغ نظر مورخ کی یہ وہ خوبی ہے جو بڑی مشکل سے برقرار رکھی جاسکتی ہے۔

جہاں تک مولوی محمد عبداللہ صاحب کا تعلق ہے' ان کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی عربیت پر کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ وہ جذباتی انسان تھے اور اپنے فیصلے جذبات کی رو سے کرتے تھے' لیکن بہت ثابت قدم تھے۔ انہیں تین بار زہر دیا گیا' جس سے وہ مفلوج ہو گئے تھے' لیکن انہوں نے شکست قبول نہیں کی۔ وہ عرصہ دراز سے حدیث کے بارے میں تذبذب میں چلے آرہے تھے کہ ایک واقعہ نے ان کے عقائد کے کفن میں آخری کیل ٹھونک دی۔ راقم سطور کمترین کا ایک مضمون بعنوان ''خالص قرآن فہمی کے دوسرچشمے'' شائع ہوا تھا۔ جس مضمون میں یہ تحریر کیا گیا تھا کہ 1905ء میں مولوی محمد عبداللہ صاحب اور مرزا غلام احمد قادیانی کے درمیان' سیالکوٹ میں ایک مناظرہ ہوا تھا' جب تک بحث قرآن کے محور کے اردگرد گردش کرتی رہی۔ مولوی عبداللہ کا پلہ بھاری رہا لیکن جب احادیث پیش کی جانے لگیں تو مولوی عبداللہ صاحب مائل بہ شکست ہوتے چلے گئے۔ اس مناظرہ کی شکست نے ان کو احادیث سے بالکل مایوس کر دیا۔ صوت الحق کے مذکورہ بالا مضمون میں جب اس واقعہ کا حوالہ دیا گیا' تو ایک صاحب نے اس واقعہ کو شک کی نگاہ سے دیکھا اور ان کی دلیل یہ تھی کہ اس مناظرہ کا کوئی حوالہ احمدی حضرات کے ہاں نہیں ملتا لیکن ان حضرت نے احمدی حضرات کے ریکارڈ کا مطالعہ نہیں کیا۔ راقم سطور نے اس مناظرہ کا حوالہ اس وجہ سے دیا تھا کہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اور ماسٹر محمد علی رسول نگری مرحوم نے الگ الگ اس مناظرہ کا تذکرہ راقم سطور سے بیان کیا تھا' ذاتی طور پر مجھے اس کا علم نہیں تھا۔

جو حضرات گوجرانوالہ میں اہل قرآن ہوئے ہیں' ان کا واقعہ بھی دلچسپ ہے جو میاں محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھے سنایا تھا' میاں محمد اسماعیل صاحب مستری میاں محمد رمضان کے صاحبزادے تھے' عربی اور عربی علوم کے بہت ماہر تھے اور ان کی یہ شہرت تھی کہ مقام حدیث کے موضوع پر ان کی جب کسی عالم سے گفتگو ہوتی تھی تو وہ اپنے مخالف کو آدھ گھنٹے سے زیادہ بولنے نہیں دیتے تھے اور اس کو خاموش کر دیتے تھے۔ میاں محمد اسماعیل مرحوم کا بیان تھا کہ

1890ء کے قریب ایک عالم گوجرانوالہ تشریف لائے۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ ان کا نام کسی کو بھی معلوم نہیں تھا' لوگ انہیں نام کے بجائے یو پی والے مولوی صاحب کہتے تھے۔ ان یو پی والے عالم کا ایک مباحثہ صلوٰۃ کے بارے میں مستری محمد رمضان مرحوم سے ہوا جس میں مستری محمد رمضان صاحب لاجواب ہو گئے' اوران سے مات کھا گئے' لیکن ان یو پی والے مولوی صاحب کا یہ نظریہ کہ وحی صرف قرآن میں ہے اور احادیث وحی نہیں ہیں' مستری مولوی رمضان صاحب کے ذہن پر مرتسم ہو گیا' اور وہ اس نظریہ سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ وہ سب کام کاج چھوڑ کے اس نظریہ کی اشاعت کے لئے کمربستہ ہو گئے۔ مستری محمد رمضان صاحب الماریوں کا کاروبار کرتے تھے' انہوں نے اپنے کام کی طرف توجہ کم کر کے' عربی کی استعداد بڑھانے میں ساری توجہ لگا دی' پھر انہوں نے 1901ء میں کھلم کھلا اس نظریہ کی تبلیغ شروع کر دی۔ مولوی محمد فاضل' مولوی محمد عالم' دونوں بھائی چکوال کے رہنے والے تھے' انہوں نے رسالہ بلاغ القرآن کی ادارت سنبھالی۔ ان کے بعد مولوی عبدالخالق صاحب رسالے کے مدیر مقرر ہوئے۔ یہ رسالہ گوجرانوالہ سے ہی نکلتا تھا۔ ان تینوں حضرات نے وحی خفی کی تردید میں مضامین تحریر کئے تھے۔

مولوی محمد عبداللہ صاحب اور خواجہ احمد الدین صاحب دونوں کی یہ کمزوری تھی کہ یہ حضرات مذہب کی سطح تک ہی رہے۔ ان کے سامنے دین کا کوئی تصور نہیں تھا' ان دونوں عظیم المرتبت حضرات کی Contribution یہی ہے کہ ان دونوں حضرات نے یہ ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو علم حاصل ہوا ہے وہ صرف قرآن کریم میں محفوظ ہے اور وحی خفی' الہام' کشف' وجدان' رویائے صادقہ' استخارہ' تفاول' ضمیر Intution' یا ہر وہ عقیدہ جس سے یہ ثابت ہو کہ وحی کے علاوہ بھی انسانوں کو خدا کی طرف سے علم حاصل ہو سکتا ہے' سب قرآن کے خلاف ہیں' اب علم حاصل کرنے کے صرف دو ذریعے ہیں' ایک قرآن کریم اور دوسرے عقل انسانی' اس کے علاوہ کوئی تیسرا ذریعہ علم حاصل کرنے کا نہیں ہو سکتا۔

تحریک طلوع اسلام کی سب سے زیادہ اہمیت یہ ہے کہ اس نے خلافت راشدہ کے بعد' سب سے پہلے نہ صرف خالص دین کا تصور پیش کیا بلکہ اس کی اقامت کی دعوت اس درجہ عام کی کہ اب ہمارے علماء کرام بھی مذہب کے بجائے دین کا لفظ استعمال کرنے لگے ہیں اور دین کی اہمیت کو سمجھنے لگے ہیں۔ تحریک طلوع اسلام سے پیشتر کسی جگہ بھی دین کا تصور نہیں تھا۔ قیام پاکستان کے وقت ہمارے سارے علمائے کرام دین کے مخالف تھے اور وہ ہندوستان میں مذہب کی سطح پر ہی زندگی گذارنے کے لئے آمادہ ہو گئے تھے۔ یہ تو تحریک طلوع اسلام ہی تھی جس نے دین کی دعوت دی۔ اس تحریک نے نہ صرف دین کا نظریہ پیش کیا

بلکہ جگہ جگہ دین اور مذہب کے فاصلوں کو خوب خوب نمایاں کیا۔ وہ تمام آیات کریمات جو دین سے متعلق ہیں اور جن کا اس موجودہ دنیا سے تعلق ہے' ان کی دینی نقطۂ نگاہ سے تشریح کی۔ ہماری تیرہ سو سال کی تمام تفاسیر مذہب کی رو سے تحریر کردہ ہیں' اس تحریک نے مفہوم القرآن' مطالب الفرقان پیش کر کے' قرآن کریم کی دینی تفسیر مہیا کی۔ یہ بہت بڑا اور مشکل کام ہے اور اس کی اہمیت' عظمت اور ''بڑائی'' صرف وہ حضرات ہی محسوس کر سکتے ہیں جو مذہبی اور دینی تفاسیر کا تقابلی مطالعہ کرنے کے اہل ہیں۔

ہمارے علماء کرام نے جب اس تحریک (طلوع اسلام) کی مخالفت شروع کی تو انہوں نے اس کے منکر حدیث ہونے کا پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ یہ بات ان کے سر کے اوپر سے گذر گئی کہ یہ تحریک پرستش کی قائل نہیں ہے' بلکہ یہ اسلامی مملکت کی اطاعت کو ہی عبادت خداوندی قرار دیتی ہے۔ اب بھی ہمارے علماء کرام اس تحریک کے اس نظریہ سے واقف نہیں ہیں۔ خود طلوع اسلام کے حلقہ کے بیشتر حضرات بھی اس نظریہ سے واقف نہیں ہیں۔ لیکن یہ بات حیران کن بھی ہے اور قابل صد ستائش بھی کہ زیر تعارف کتاب کے مصنف محترم قاسمی صاحب نے اس نکتہ کو خوب واضح طور پر Detect کر لیا کہ اس تحریک کے نزدیک اسلامی ریاست کی اطاعت ہی عبادت خداوندی ہے (صفحہ 220' نیز صفحہ 231)۔ اور یہ بات بھی جناب قاسمی صاحب نے واضح فرما دی کہ رسول اللہﷺ کے بعد ان کی اطاعت احادیث کی طرف منتقل نہیں ہوتی بلکہ یہ اطاعت ان کے جانشین' جو ایک زندہ' محسوس اتھارٹی ہوتا ہے اس کی طرف منتقل ہو جاتی ہے' رسول اللہﷺ کے بعد' حضرت ابوبکرؓ کی اطاعت عبادت خداوندی کے مرادف تھی۔

جہاں تک رسول اللہﷺ کے "Role" کو ان کے وقت تک محدود کرنے کا تعلق ہے (صفحہ 220) تو یہ اعتراض ہمارے علماء کرام کی طرف سے بھی اٹھایا جاتا ہے کہ اگر احادیث کی اطاعت نہ کی جائے تو رسول اللہﷺ کی اطاعت ان کے عہد مبارک تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔

اصل یہ ہے کہ قرآن کریم نے شخصیات کا دور ختم کر کے نظام اور اداروں کے دور کی ابتدا کی ہے۔ قرآن کے نزدیک انسان کی حکومت انسان پر بالکل منع ہے۔ حضورﷺ کے اپنے دور مبارک میں بھی حضورﷺ کی اطاعت آپﷺ کی ذاتی اطاعت نہیں تھی بلکہ اس نظام کی اطاعت کے ذریعہ حضورﷺ کی اطاعت ہوتی تھی۔ حضورﷺ کے اپنے عہد میں بھی لوگ مدینہ منورہ سے ایک ہزار میل کے فاصلے پر رہائش پذیر تھے۔ وہ حضورﷺ کی اطاعت' ان کے سامنے آ کر' ان کے ذاتی احکام کے ذریعے نہیں کرتے تھے' بلکہ وہ مقامی حکام کی اطاعت کر کے' حضورﷺ کی اطاعت کرتے تھے۔ فرض کیجئے کہ اگر خیبر میں

دو آدمیوں کا تنازعہ کسی مکان کی ملکیت کے بارے میں ہوا' تو وہ دونوں فریق مقامی حاکم یا ولی الامر کے سامنے اپنا تنازعہ پیش کرتے تھے اور وہ مقامی حاکم اسلامی نظام کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے اس تنازعہ کا فیصلہ کرتا تھا۔ اس فیصلہ کی اطاعت میں حضورﷺ کی اطاعت ہوتی تھی۔ جس طرح حضورﷺ کے دور میں اسلامی نظام کی اطاعت سے حضورﷺ کی اطاعت ہو جاتی تھی' اسی طرح حضورﷺ کے بعد بھی حضورﷺ کے عنایت کردہ نظام کی اطاعت سے ہی حضورﷺ کی اطاعت ہو جاتی ہے۔ یہ حضورﷺ کی Functionl اطاعت تھی' یہ Personal اطاعت نہیں تھی۔ اور جب جناب قاسمی صاحب نے حضورﷺ کی اطاعت کو خلفاء کی طرف منتقل کرنے کو بیان کیا ہے P-220 بعینہ یہ اطاعت منتقل ہوتی چلی جائے گی' اس میں حضورﷺ کا Role محدود نہیں ہوتا۔

جہاں تک اس کتاب میں محترم پرویز صاحب کے ایوب خاں سے تعلقات کا حوالہ دیا گیا ہے' تو یہ وقتی واقعات تھے۔ ان تعلقات کا تحریک طلوع اسلام کے عقائد ونظریات پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ پرویز صاحب مالی معاملات میں بہت محتاط واقع ہوئے تھے۔ طلوع اسلام کی بزموں کے حساب بزموں کے نمائندے حضرات ہی رکھتے تھے۔ پرویز صاحب تو ان کو ہاتھ تک بھی نہیں لگاتے تھے۔ البتہ ایوب خاں اس بات پر مصر تھے کہ پرویز صاحب اپنی سیاسی پارٹی Launch کریں اور اس طرح وہ جماعت اسلامی کے اثرات کو زائل کرنے کی کوشش کریں' لیکن پرویز صاحب اپنی الگ سیاسی پارٹی بنانے کے حق میں نہیں تھے۔ وہ کہتے تھے کہ میں ایک طویل عرصہ سے لکھتا چلا آ رہا ہوں اور قرآن کریم کے نظریات کی اشاعت کر رہا ہوں جن کی علماء کرام کی طرف سے شدید مخالفت ہو رہی ہے' انہوں نے ایک مرتبہ مجھ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں اپنے نظریات کی اشاعت وترویج کے لئے کسی بھی حکومت سے مدد لینا نہیں چاہتا' کیونکہ معتزلہ نے یہی غلطی کی تھی کہ انہوں نے اپنے وقت کی حکومت سے مدد لی تھی جو ان کے لئے نقصان دہ ثابت ہوئی تھی۔

ایک مرتبہ انہیں لاہور میں ایک بہت وسیع و عریض زمین کا رقبہ مل رہا تھا۔ یہ زمین E.P.T.B کی تھی۔ یہ زمین قدرے نشیب میں واقع تھی اور اس رقبہ کے ایک حصہ میں پانی بھی کھڑا ہوا تھا' یہ زمین پرویز صاحب کو کوڑیوں کے مول مل رہی تھی۔ مجھے اس کا علم نہیں کہ یہ پیشکش صدر ایوب خاں کی ایماء پر سنٹرل گورنمنٹ کی طرف سے تھی' یا خود E.P.T.B کی طرف سے کی گئی تھی۔ لیکن اس میں چند Legal Lacurnee تھے۔ اس وجہ سے پرویز صاحب نے بر سبیل احتیاط اس زمین کو لینے سے انکار کر دیا حالانکہ یہ زمین طلوع اسلام کالج قائم کرنے کے لئے نہایت مناسب جگہ واقع ہوئی تھی۔

اس کتاب میں Spiritual Uplift صفحہ 224 اور Spritual Growth (صفحہ 225) کے جو حوالہ جات دیئے گئے ہیں' وہ نظرثانی کے متقاضی ہیں' کیونکہ تحریک طلوع اسلام اس کی قائل نہیں ہے' قرآن کریم میں روحِ خداوندی کا ذکر تو ہے' روح انسانی کا کوئی تذکرہ قرآن کریم میں نہیں ہے۔ اسی لئے تزکیہ روحانی ایک سراب کی حیثیت رکھتا ہے۔ جبکہ طلوع اسلام نے ہمیشہ ''ذات کی نشوونما'' کی بات کی ہے۔

یہ چند صفحات کتاب کے تعارف کے طور پر تحریر کئے گئے ہیں۔ جناب محترم المقام قاسمی صاحب کا ان تحریکات پر بڑا احسان ہے کہ انہوں نے اس درجہ علمی وفکری کتاب انگریزی زبان میں تحریر کر کے' انگریزی خواندہ حضرات اور مغرب کو ان تحریکات سے روشناس و متعارف کرا دیا ہے' ہمارے دل سے ان کے لئے ہزاروں دعائیں نکلتی ہیں۔ اس سے بڑھ کر ایک خاص دعا اتنے ہی خلوص سے' جتنی ہم اپنی اولاد کے لئے کر سکتے ہیں' ان کے لئے یہ بھی ہے کہ جب انہوں نے ان تحریکات کا اس قدر ڈوب کے مطالعہ فرمایا ہے تو وہ بھی قرآن کریم کو مضبوطی سے تھام لیں' اور قرآن کریم کی خدمت کو اپنا مقصد حیات قرار دے لیں۔ ہماری ان کے لئے صمیم قلب سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس حالت سے محفوظ فرمائے کہ

ز تیرہ بختیِ آئینہ حیرتے دارم
تُرا کشید در آغوش و آفتاب نہ شد

فَسَتَذْكُرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ (40:44)-

نظریۂ خیر

ادارہ طلوع اسلام کے چیئرمین ڈاکٹر انعام الحق صاحب کا پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ بعنوان ''نظریۂ خیر فلسفۂ اخلاق اور قرآن کی روشنی میں'' شائع ہو گیا ہے۔ یہ فکر انگیز تصنیف ادارہ طلوع اسلام 25 بی' گلبرگ 2' لاہور سے دستیاب ہے۔ 534 صفحات کی اس کتاب کی قیمت -/300 روپے ہے۔ 50 فی صد کی خصوصی رعایت کے بعد صرف -/150 روپے میں علاوہ ڈاک خرچ ادارہ طلوع اسلام سے دستیاب ہے۔

بایزید یلدرم

صابر صدیقی صاحب کا نام طلوع اسلام کے حلقوں میں تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ طلوع اسلام ٹرسٹ سے ان کی کتابیں ابلۂ مسجد' اور کن فیکون شائع ہو کر قارئین سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ''بایزید یلدرم'' ان کا ایک تاریخی ناول ہے جو انہوں نے بہت محنت سے لکھا ہے۔ یہ ناول ادارہ طلوع اسلام سے رعایتی قیمت -/150 روپے علاوہ ڈاک خرچ میں دستیاب ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جاوید چودھری

فرات کے کنارے تک

ہم جب بھی حکومت کاری کی بڑی روایات کے پیچھے جاتے ہیں تو ہمیں ان کی جڑوں میں حضرت عمر فاروقؓ کا کوئی نہ کوئی عمل دکھائی دیتا ہے' مثلاً ماتحتوں کی غلطیوں پر باس کے استعفوں کی روایت ہی کو لے لیجئے' اس روایت کی بنیاد بھی حضرت عمر فاروقؓ نے رکھی تھی' آپ کا مشہور قول ''اگر فرات کے کنارے کوئی کتا بھوکا مر گیا تو اس کا ذمہ دار عمر ہوگا'' اس اصول کی بنیاد تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے یہ الفاظ اس وقت ادا کئے تھے جب مسلمانوں نے مصر فتح کر لیا تھا اور دریائے فرات اسلامی حکومت کی سرحد ہوتا تھا' اس وقت حضرت عمر فاروقؓ نے یہ اصول طے کر دیا کہ مملکت کی آخری سرحدوں تک تمام جاندار خواہ وہ انسان ہوں یا کتے ہوں ان کی زندگی اور موت کی ذمہ داری خلیفہ پر استوار ہوتی ہے' یہ وہ اصول تھا جو آگے چل کر مملکتوں کی ترقی کی چابی بن گیا اور جس قوم نے بھی فرات کے کنارے بھوک سے بلکتے کتوں کو اپنی ذمہ داری بنا لیا وہ ترقی کی شاہراہ پر آ گئی اور جس نے انسانوں اور جانوروں کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا' وہ ترقی کی دوڑ سے باہر نکلتی چلی گئی۔ آپ کو یقین نہ آئے تو آپ دنیا کی تمام ترقی یافتہ قوموں کا ڈیٹا نکال کر دیکھ لیجئے' آپ کو تمام ترقی یافتہ ممالک استعفوں کے ستونوں پر کھڑے دکھائی دیں گے۔

آپ بھارت کی مثال لیجئے' بھارت آج دنیا کی ابھرتی ہوئی معیشت ہے' بھارت نے یہ مقام کیسے حاصل کیا؟ اس کے لئے لال بہادر شاستری کافی ہوں گے' لال بہادر شاستری وزیر اعظم بننے سے پہلے بھارت کے ریلوے وزیر تھے' ان کے دور میں دو ٹرینیں آپس میں ٹکرا گئیں' اس حادثے میں 112 لوگ مر گئے' اس حادثے کے فوراً بعد لال بہادر شاستری نے وزارت سے استعفیٰ دے دیا۔ اس سے کچھ عرصہ بعد پاکستان میں بھی ٹرینوں کا حادثہ ہو گیا' یہ صدر ایوب خان کا دور تھا اور اس حادثے میں بھی کم و بیش اتنے ہی لوگ جاں بحق ہو گئے' اس وقت ایف ایم خان ریلوے کے وزیر تھے' قومی اسمبلی کا اجلاس ہوا تو ارکان نے ریلوے کے وزیر سے استعفیٰ کا مطالبہ کر دیا' ارکان کا کہنا تھا ہمارے ہمسائے ملک کے وزیر ریلوے نے حادثے کے بعد استعفیٰ دے دیا تھا' اگر لال بہادر شاستری مستعفی ہو سکتے ہیں تو ہمارے وزیر اپنی ذمہ داری قبول کر کے استعفیٰ کیوں نہیں دیتے۔ ہمارے وفاقی وزیر نے یہ دلیل سنی تو یہ کھڑے

ہوئے اور مسکرا کر بولے ''الحمدللہ میں مسلمان ہوں' میں ہندوؤں کی تقلید کیوں کروں''، رویوں کا یہ وہ فرق تھا جس نے 60ء کی دہائی میں بھارت پر ترقی اور پاکستان کے لئے پسماندگی کے دروازے کھول دیئے۔ آپ اٹلی کی مثال لیجئے' اٹلی کی جونیئر وزیر دینیلا میلشیوری نے پچھلے ماہ یعنی 27 مئی کو وزیراعظم سلویو برلسکونی کے اعلیٰ عدلیہ کے بارے میں ایک فقرے پر وزارت سے استعفیٰ دے دیا جبکہ سنگاپور' جاپان' کوریا' جرمنی اور فرانس کی تاریخ اس نوعیت کے استعفوں سے بھری پڑی ہے' یہ کیا ہے' یہ حضرت عمر فاروقؓ کا وہ سنہرا اصول ہے جس سے قومیں ترقی بھی کرتی ہیں اور ان کی اصولی بنیادیں بھی مضبوط ہوتی ہیں لیکن ہم اس اصول سے کوسوں دور ہیں۔

ہمارے ملک میں بڑے بڑے حادثوں اور بڑے بڑے ''فیلیئر'' کے بعد بھی استعفے کی روایت نہیں۔ ہم لوگوں نے تو 1971ء کے سانحے کے بعد کسی سے استعفیٰ طلب نہیں کیا تھا' اس وقت اگر فوج کے جونیئر افسر بغاوت نہ کرتے تو جنرل یحییٰ خان اور ان کے ساتھی جرنیل مزید دس سال تک ملک پر حکومت کرتے۔ آپ 2 مئی کے واقعے کو لے لیجئے' 2 مئی کے سانحے کے بعد ملک کے تمام بڑے عہدیداروں نے اپنے منہ سے اسے ''انٹیلی جینس فیلیئر'' قرار دیا لیکن کیا کسی عہدیدار نے استعفیٰ دیا؟ استعفیٰ تو دور کسی عہدیدار کو اس کی پوزیشن تک سے نہیں ہٹایا گیا' پارلیمنٹ نے 13 مئی کو اس واقعے کی انکوائری کے لئے کمیشن بنانے کا فیصلہ کیا لیکن آج تک یہ کمیشن نہیں بن سکا۔ 21 مئی کو پی این ایس مہران میں کیا ہوا؟ اس واقعے نے ہمارے دفاع کو پوری دنیا میں ننگا کر دیا لیکن پاک نیوی کے چیف ایڈمرل سلمان بشیر نے اسے ''سیکیورٹی لیپس'' تک تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور یہ آج بھی اپنے عہدے پر قائم ہیں۔ آپ دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے یہ واقعہ اگر دنیا کے کسی مہذب ملک میں ہوا ہوتا تو کیا نیول چیف اپنے عہدے پر قائم رہتا' یقیناً نہیں' وہاں نیول چیف فوراً مستعفی ہو جاتا جبکہ وزیراعظم اور صدر ایک آدھ دن میں استعفیٰ دے دیتے مگر ہم یہ سانحہ بھی بڑے آرام سے پی گئے۔ کوئٹہ کے خروٹ آباد میں ایف سی نے پانچ چیچن باشندوں کو گولیوں سے بھون دیا' مرنے والوں میں سات ماہ کی حاملہ خاتون شامل تھی اور اس کی بچی اس کے پیٹ ہی میں قتل کر دی گئی۔ یہ واقعہ ظلم بھی تھا اور اختیارات سے تجاوز بھی لیکن ابھی تک یہ ذمہ داری کسی پر فکس نہیں ہوئی' حکومت نے ایف سی کے سربراہ سے استعفیٰ لینا تو درکنار اس کا تبادلہ تک نہیں کیا۔ سلیم شہزاد صحافی تھا' اسے راستے سے اٹھا لیا گیا' اس کو بہیمانہ تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور یہ اس تشدد کے دوران فوت ہو گیا تو اس کی نعش ہیڈ رسول کی نہر میں پھینک دی گئی' پاکستان بھر کے صحافی سلیم شہزاد کے قتل کے خلاف انکوائری کمیشن کا مطالبہ کر رہے ہیں لیکن حکومت سپریم کورٹ کے جج کی

سربراہی میں کمیشن بنانے کے لئے تیار نہیں، اس ظلم کی ذمہ داری بھی اب تک کسی پر عائد ہوئی اور نہ ہی کسی نے استعفیٰ دیا اور رہ گیا سرفراز شاہ کا قتل۔ کراچی میں 9 جون کو رینجرز نے نوجوان سرفراز شاہ کو گولی ماردی، ایک کیمرہ مین نے اس ظلم کی فلم بنالی، یہ فلم دنیا بھر کے ٹیلی ویژن چینلز پر چلی مگر حکومت خاموش رہی، سپریم کورٹ نے سوموٹو ایکشن لیا اور آئی جی سندھ اور ڈی جی رینجرز کو تین دن کے اندر عہدوں سے ہٹانے کا حکم دے دیا، حکومت نے شروع میں اس آرڈر کے خلاف اپیل کا فیصلہ کیا لیکن اس دوران آرمی چیف جنرل اشفاق پرویز کیانی نے ڈی جی رینجرز میجر جنرل اعجاز چودھری کو عہدے سے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا، حکومت کو آرمی چیف کے فیصلے کا علم ہوا تو اس نے آئی جی سندھ فیاض لغاری کا بھی تبادلہ کر دیا لیکن استعفیٰ کسی نے نہیں دیا۔

آپ ایک لمحے کے لئے سوچئے، کیا یہ واقعہ مہذب معاشرے میں پیش آتا تو کیا وہاں بھی یہی ہوتا، شائد نہیں۔ وہاں آئی جی اور ڈی جی رینجرز سمیت پوری حکومت مستعفی ہو جاتی لیکن کیونکہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور ہم کافروں کی روایات پر عمل نہیں کرتے چنانچہ ہم بڑے بڑے حادثے چپ چاپ پی جاتے ہیں اور ہمارے اعلیٰ عہدیداروں کا کوئی بال تک بیکا نہیں کر سکتا۔ کاش ہم اس قدر ''مسلمان'' نہ ہوتے اور ہم دنیا کی ترقی کے اس اصول کا مطالعہ کر لیتے جس کی بنیاد حضرت عمر فاروقؓ نے رکھی تھی تو آج یہ ملک ایسا نہ ہوتا، آج ہم بھی فخر سے سر اٹھا کر پھر رہے ہوتے۔ کاش وزیراعظم اور آرمی چیف، ڈی جی رینجرز اور آئی جی سندھ کو اس رات عہدوں سے ہٹا دیتے جس رات یہ فلم سامنے آئی تھی یا مزید آئیڈیل صورتحال میں آئی جی سندھ اور ڈی جی رینجرز خود ہی اپنے عہدوں سے مستعفی ہو جاتے۔ آپ سوچئے اگر ایسا ہو جاتا تو آج پولیس اور فوج کا مورال کتنا بلند ہوتا! اصول عہدوں اور عہدے عزت سے زیادہ قیمتی نہیں ہوتے۔ ہم نے اگر ایک باعزت قوم بننا ہے تو پھر ہمیں اس اصول کی طرف واپس جانا ہوگا جس کی بنیاد ساڑھے تیرہ سو سال پہلے حضرت عمر فاروقؓ نے مدینہ منورہ میں رکھی تھی اور جسے بعدازاں لال بہادر شاستری اور ڈینیلا میلشیوری جیسے سیاستدانوں نے اپنی سیاست کا اصول بنالیا۔ حکومت نے سپریم کورٹ کے فیصلے پر عمل کر کے اچھی مثال قائم کی لیکن یہ سلسلہ صرف یہیں تک محدود نہیں رہنا چاہئے، اسے اس حد تک آگے بڑھنا چاہئے کہ سرفراز شاہ اور سلیم شہزاد جیسے انسان تو رہے ایک طرف فرات کے کنارے بیٹھے کتے بھی حاکم وقت کی ذمہ داری بن جائیں اور جب تک ہم سماجی لحاظ سے اس قدر مہذب اور ذمہ دار نہیں ہوتے ہم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکیں گے، ہم اس وقت تک سر نہیں اٹھا سکیں گے۔

(بشکریہ روزنامہ ایکسپریس، 16-6-2011)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کرن خاور

آج کی عورت اور فرسودہ روایات

اگر عورت مرد کی پیروی نہ کرے تو یہ بھی جرم ہے

اسلام نے عورتوں کو انتہائی اہم درجہ عطا کیا ہے۔ ماں ہے تو اس کے پیروں تلے جنت ہے، بہن ہے تو بہترین ساتھی، بیٹی ہے تو گھر کے لئے رحمت اور اگر بیوی ہے تو اسے گھر کی زینت بنایا ہے۔ اسلام کی آمد سے پہلے عورتوں کے حقوق کی بات تو دور اس کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ اس کو منحوس کہا جاتا تھا گھر کے لئے باعث زحمت سمجھا جاتا تھا مگر اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے خواتین کے حقوق مقرر کئے۔ اسے معاشرے میں اعلیٰ مقام عطا کیا۔ اسے مردوں کے برابر حقوق دیئے یہاں تک کہ جائیداد میں بھی اس کو حقدار قرار دیا۔ آج کا دور ترقی یافتہ دور ہے پڑھے لکھے معاشرے اور تہذیب و تمدن میں خاطر خواہ تبدیلی آئی ہے مگر دیکھا جائے تو آج بھی ہم جاہلیت کے دور میں جی رہے ہیں، جہاں عورتوں کی تذلیل، بداخلاقی، بدسلوکی اور گھریلو تشدد جیسے واقعات عام ہیں۔ آج بھی مردوں کے مقابلے میں عورتوں کو کم اہمیت دی جاتی ہے۔ لڑکی اور لڑکے کے معاملے میں لڑکے کو فضیلت دی جاتی ہے۔ یہ انتہائی قابل مذمت، غیر مناسب اور اسلامی روایات کے منافی ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ ہونے کے باوجود عورتوں کو مساوی حقوق یا برابری کا درجہ دینا انتہائی مشکل بات ہے۔ اس کی بنیادی وجہ اسلامی احکامات سے چشم پوشی ہے۔ ظلم و تشدد اور حق تلفی کے مرتکب ہونے والوں کے لئے صرف اپنا مفاد ہی اہم ہوتا ہے اور بعض اوقات تو عورتوں پر جبر صرف اس لئے کیا جاتا ہے کہ یہ ان کے لئے انا کا مسئلہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ کسی بھی ضابطے یا اصول اور قانون کی پروا نہیں کرتے۔

ہمارے معاشرے میں عورتوں پر گھریلو تشدد سب سے بڑا اور اہم مسئلہ ہے۔ ہر گھر میں موجود مرد اپنی عورتوں کو اپنا محکوم سمجھتا ہے اور اس پر جبر کرنا اور اس کے حقوق ضبط کرنا اپنا حق سمجھتا ہے۔ بہرحال مرد خود کو افضل اور عورت کو کمتر خیال کرتا ہے۔ عورت کو ماں، بہن، بیٹی، بیوی کی صورت میں مرد کے تابع رہنا پڑتا ہے۔ فیصلہ لینے کا اختیار مرد اور صرف مرد کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ عورت کی بات ماننا اسے

اپنی شان کے خلاف لگتا ہے۔عورت کو اپنی مرضی کے اظہار کی اجازت نہیں دی جاتی نہ ہی اس کی رائے کو کوئی اہمیت دی جاتی ہے۔عورتوں کو زبانی' جذباتی بدسلوکی' جسمانی اور جنسی استحصال کا شکار بنایا جاتا ہے۔عورت کے جائیداد میں حق کو بھی نظرانداز کیا جاتا ہے اور اس کی جائیداد کا حصہ گھر سے باہر نہ جائے اس لئے لڑکی کا نکاح قرآن پاک سے کر دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ونی جیسی گھناؤنی رسم بھی ہمارے معاشرے میں پائی جاتی ہے۔اس رسم کے مطابق اگر دو خاندان یا گروپ آپس میں لڑ پڑیں یا ایک خاندان کا کوئی فرد قتل ہو جائے تو دوسرے خاندان کی بیٹی کی شادی اس خاندان میں کر دی جاتی ہے جو ایک قسم کا ''سودا'' ہے جس میں جان کے بدلے میں گھر کی بیٹی کی قربانی دے دی جاتی ہے۔ وہ سسرال میں جا کر سسرال والوں کے طعنے برداشت کرتی ہے۔ جانوروں جیسا سلوک برداشت کرتی ہے۔خاندان پر کوئی بھی برا وقت آ جائے گھر کی بہو' بیٹیوں کی قربانی دی جاتی ہے۔وہ اپنے حق کے لئے آواز نہیں اٹھا سکتی۔حق مانگنے والی خاتون کو خاندان اور معاشرے میں سب لوگ بد اور برا قرار دیتے ہیں۔خواتین اپنے ہی گھر کی چاردیواری میں غیرمحفوظ ہوتی ہیں۔مردوں کی نافرمانی کرنا اور ان کے طے کئے گئے رستے کے مطابق نہ چلنا بہت بڑا جرم تصور کیا جاتا ہے۔ مردوں کی تابعداری اس پر لازم قرار دیا جاتا ہے چاہے وہ اس کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔عورتوں پر ظلم کی ابتداء عورت ہی کرتی ہے۔ جب ماں بیٹوں کو بیٹیوں پر ترجیح دیتی ہے۔ ماں اپنی بیٹیوں کی پرورش اس طرح کرتی ہے کہ یہ تمہارا بھائی ہے اس کی بات ماننا تم پر لازم ہے چاہے یہ بڑا ہے یا چھوٹا۔لڑکوں کو کبھی بھی فرائض کی ادائیگی کے بارے میں تعلیم نہیں دی جاتی۔اسی وجہ سے مرد ہمیشہ عورت کو اپنے سے کم تر سمجھتا ہے۔اس پر حکم چلانا اور اپنی مرضی مسلط کرنا جائز تصور کرتا ہے۔اسلام اور ملکی قوانین تو عورتوں کو آزادی اور حقوق فراہم کرتے ہیں اس کے باوجود عورتیں اپنے حقوق سے محروم رہتی ہیں اور خود پر ہونے والے تشدد کو برداشت کرتی ہیں۔صرف اس لئے کہ اگر وہ اپنے ماں باپ کے گھر چلی جائے تو رشتے دار' ہمسائے اور معاشرے کے دوسرے افراد اس پر ہی نکتہ چینی کریں گے اور ماں باپ اسی ڈر سے اسے اپنے گھر رکھنے سے کتراتے ہیں۔خواتین پر ہونے والے تشدد کے بارے میں اسلامی اور حکومتی قوانین کے باوجود عورتیں بے بس اور مجبور رہتی ہیں۔ اس کے بارے میں چند حقائق ہیں کہ عورتیں اس معاشرے میں معاشی طور پر مردوں پر زیادہ انحصار کرتی ہیں اس لئے عورتیں ان کے تابع رہتی ہیں۔ عدالتیں بھی گھریلو تشدد کے مقدمات میں انصاف فراہم کرنے میں تاخیر کرتی ہیں جن کی وجہ سے عورتوں میں بددلی پیدا ہوتی ہے۔ گھریلو تشدد کے واقعات میں پولیس کا رویہ انتہائی مایوس کن ہوتا ہے۔خواتین کی رپورٹ درج کرنے

کے لئے لیڈی پولیس کا انتظام نہیں ہوتا۔لڑکوں کی تعلیم کو لڑکیوں کی تعلیم سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔لڑکیوں کو تعلیم سے اس لئے دور رکھا جاتا ہے کہ تعلیم حاصل کر کے ان میں شعور آ جائے گا اور وہ اپنے حقوق کے لئے آواز بلند کریں گی۔

عورتوں کے حقوق کے لئے این جی اوز کام کر رہی ہیں لیکن ان کے کام کی رفتار بھی سست ہے اور نتائج اتنے خاص نہیں ہیں۔

ٹیکنالوجی کی ترقی کے ساتھ ساتھ ہمیں ذہنی ترقی کی بھی ضرورت ہے۔معاشرے سے فرسودہ رسومات کے خاتمے کے لئے مثبت اقدام کرنے کی طرف دھیان دینا ہو گا۔کاروکاری، ونی جیسی مجرمانہ روایات کے خاتمہ کے لئے موثر اقدام اور سخت قانون سازی کی ضرورت ہے۔ عورتوں کو وٹہ سٹہ کی شادی کی بھینٹ چڑھنے سے روکنے کے لئے بھی عملی اقدامات کی ضرورت ہے۔معاشرے کو بھی یہ درس دینا چاہئے کہ کافرانہ اور فرسودہ رسومات کو چھوڑ کر اسلامی تعلیمات کو عملی زندگی کا حصہ بنائیں۔ اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں عورت ماں، بہن، بیٹی، بیوی الغرض ہر رشتے کے روپ میں قابل احترام اور قابل عزت ہے۔

(بشکریہ روزنامہ جنگ لاہور، 2011-6-11)

نوٹ: یہ رپورٹ روزنامہ جنگ میں شائع ہوئی ہے آیئے اب آئندہ اوراق میں دیکھتے ہیں کہ قرآنِ کریم اس ضمن میں کیا کہتا ہے۔ (ادارہ)

عورت قرآن کے آئینے میں

(عنوان بالا سے ادارہ طلوع اسلام لاہور کے شائع کردہ مشہور پمفلٹ میں سے چند اقتباسات قارئین کی نذر کئے جا رہے ہیں)۔

مرد اور عورت ہمدوش

قرآن کریم نے انسان ہونے کی جہت سے کس طرح مردوں اور عورتوں کو یکساں مقام پر رکھا ہے، اس کے متعلق اصولی طور پر گفتگو مقالہ کے اخیر میں کی جائے گی۔ اس مقام پر چند ایک آیات درج کی جاتی ہیں، جن سے واضح ہوگا کہ قرآن کریم کس طرح، مصاف زندگی کے ہر گوشے اور ہر شعبے میں، مردوں اور عورتوں کو ہم دوش اور ہم قدم قرار دیتا ہے۔مثلاً اس نے سورہ احزاب میں کہا ہے:

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِيْنَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِيْنَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِيْنَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِيْنَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِيْنَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِيْنَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْراً وَالذَّاكِرَاتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُم مَّغْفِرَةً

وَاَجراً عَظِیماً (33:35)-

اگر مردوں میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ قانون خداوندی کی اطاعت سے اپنی ذات کی تکمیل کر سکتے ہیں تو عورتوں میں بھی اس کی صلاحیت ہے (اَلْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ) اگر مرد اس پارٹی (جماعت) کے رکن بن سکتے ہیں جو خدا کے قانون کے اٹل نتائج پر یقین رکھتے ہوئے امن عالم کی ذمہ دار ہو تو عورتیں بھی اس جماعت کی اسی طرح رکن ہو سکتی ہیں۔(اَلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ) اگر مردوں میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ اپنی استعداد کو اس طرح سنبھال کر رکھیں کہ ان کا استعمال صرف قانون خداوندی کے مطابق ہو تو یہی صلاحیت عورتوں میں بھی ہے (اَلْقَانِتِیْنَ وَالْقَانِتَاتِ) اگر مرد اپنے دعویٰ ایمان کو سچ کر دکھانے کے اہل ہیں، تو عورتیں بھی اس کی اہل ہیں (اَلصَّادِقِیْنَ وَالصَّادِقَاتِ) اگر مرد ثابت قدم رہ سکتے ہیں تو عورتیں بھی رہ سکتی ہیں (اَلصَّابِرِیْنَ وَالصَّابِرَاتِ) اگر مرد اس خصوصیت کے حامل ہو سکتے ہیں کہ جوں جوں ان کی صلاحیتیں بڑھتی جائیں، وہ شاخ ثمردار کی طرح قانون خداوندی کی اطاعت میں جھکتے چلے جائیں، تو یہ خصوصیت عورتوں میں بھی ہے (اَلْخَاشِعِیْنَ وَالْخَاشِعَاتِ) اگر مردوں میں ایثار کا مادہ ہے تو عورتوں میں بھی ہے (اَلْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ) اگر مرد اپنے آپ پر ایسا کنٹرول رکھ سکتے ہیں کہ انہیں جہاں سے روکا جائے وہ رک جائیں تو عورتوں میں بھی اس کی صلاحیت ہے۔ (اَلصَّائِمِیْنَ وَالصَّائِمَاتِ) اگر مرد اپنے جنسی میلانات کو ضوابط کی پابندی میں رکھ سکتے ہیں تو عورتیں بھی ایسا کر سکتی ہیں (اَلْحَافِظِیْنَ فُرُوجَھُمْ وَالْحَافِظَاتِ) اگر مرد قانون خداوندی کو شعوری طور پر سمجھنے اور اسے ہر وقت پیش نظر رکھنے کے اہل ہیں تو عورتوں میں بھی اس کی اہلیت ہے (اَلذَّاکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْراً وَالذَّاکِرَاتِ) جب یہ صلاحیتیں، دونوں میں موجود ہیں تو ان کے نتائج بھی دونوں کے لئے یکساں طور پر موجود ہونے چاہئیں۔ لہٰذا نظام خداوندی میں دونوں کے لئے حفاظت کا سامان اور اجر عظیم موجود ہے۔ (اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُم مَّغْفِرَۃً وَاَجْراً عَظِیْماً)۔

قرآن کی ان تفاصیل پر غور کریں اور پھر سوچیں کہ زندگی کا وہ کونسا گوشہ ہے جس کے متعلق یہ کہا گیا ہو کہ مرد میں تو اس کی صلاحیت ہے اور عورت میں نہیں۔ مرد تو یہ کچھ کر سکتا ہے اور عورت نہیں کر سکتی۔ مرد تو یہ کچھ بن سکتا ہے لیکن عورت نہیں بن سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے واضح الفاظ میں کہہ دیا کہ مرد اور عورت دونوں کے صلاحیت بخش اعمال نتیجہ خیز ہوں گے اور دونوں دوش بدوش جنت میں

داخل ہوں گے۔ گھر کی جنت میں، معاشرے کی جنت میں اور پھر اس زندگی کے بعد، اگلی زندگی کی جنت میں، وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتَ مِن ذَكَرٍ اَوْ اُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولَٰٓئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيْراً (4:124)-ان میں سے کسی کے کام کا نتیجہ ضائع نہیں ہوگا۔ لَا اُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ اَوْ اُنثَى (3:195)-

اس میں شبہ نہیں کہ تقسیم کار کے اصول کے مطابق زندگی کے کچھ وظائف ایسے ہیں جو عورتوں کے لئے مختص ہیں۔ (مثلاً جنین کی حفاظت، بچہ کی پرورش اور ابتدائی تربیت وغیرہ) اس کے لئے اس کی جسمانی ساخت کے بعض گوشے بھی مردوں سے مختلف ہیں اور نفسیاتی طور پر بھی بعض ایسی منفرد خصوصیات اور ایثار وقربانی کی صلاحیت۔ ایثار اس قسم کا کہ جنین، ماں کے خون سے مترتب ہوتا ہے۔ اس کی پیدائش کے بعد اس کی پرورش کا انحصار ماں ہی کے عطا کردہ رزق (دودھ) پر ہوتا ہے۔ ماں میں سہار اور برداشت کا مادہ اس قدر فراواں ہوتا ہے کہ وہ بچے کے ہر قسم کے تقاضہ کو نہایت تحمل اور خندہ پیشانی سے پورا کئے جاتی ہے اور اس کے لئے اس سے کسی صلہ یا معاوضہ کی متمنی نہیں ہوتی۔ یہ، اور اسی قسم کی دیگر خصوصیات ہیں جن میں عورت منفرد ہوتی ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ اس میں زندگی کے دوسرے گوشوں میں کارفرمائی کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ قرآن کریم نے امت مسلمہ (مملکت اسلامیہ) کا سب سے اہم فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قرار دیا ہے۔ اس میں اس نے مرد اور عورت دونوں کو برابر کا شریک ٹھہرایا ہے۔ سورۃ توبہ میں ہے:

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَاْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ اُولَٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (9:71)-

مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق اور دوست ہیں۔ یہ دونوں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔ نظام صلوٰۃ قائم کرنے اور زکوٰۃ دہی کا اہتمام کرتے ہیں یعنی یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جنہیں اللہ اپنی رحمتوں کے سایہ عاطفت میں رکھے گا اور یہ سب اس کی بے پایاں قوت وحکمت کی رو سے ہوگا۔

آپ سوچئے کہ اس سے بڑھ کر (مردوں اور عورتوں کی)

مساوات کی شہادت اور کونسی ہوسکتی ہے۔

واضح رہے کہ ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' وعظ و نصیحت کا نام نہیں۔ یہ حکومت کا فریضہ ہے۔ سورۃ الحج میں ہے کہ:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ (22:41)-

یہ (مومنین) وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں ملک میں حکومت حاصل ہوگی تو یہ اقامت الصلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کریں گے اور تمام امور کا آخری فیصلہ قوانین خداوندی کی رو سے ہوگا۔

اب ظاہر ہے کہ جب آیت (9:71) میں' مردوں اور عورتوں' دونوں کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیں گے' تو ظاہر ہے کہ عورتیں بھی امور مملکت میں برابر کی شریک ہوسکتی ہیں۔

حقوق وفرائض

جہاں تک مردوں (خاوندوں) اور عورتوں (بیویوں) کے حقوق و فرائض کا تعلق ہے' قرآن کریم نے اس عظیم حقیقت کو چار الفاظ میں اس جامعیت سے سمٹا کر رکھ دیا ہے کہ بصیرت اس پر وجد کرتی ہے۔ فرمایا:

وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (2:228)-

جس قدر عورتوں کی ذمہ داریاں ہیں اسی قدر ان کے حقوق ہیں۔

یعنی جو ذمہ داری بھی ان پر عائد کی جائے' اس کے مقابل میں ان کا ایک حق ثبت ہو جاتا ہے۔۔۔ ہر ذمہ داری کے بالمقابل ایک حق۔۔۔ فرمائیے! اس سے بڑھ کر مساوات کیا ہوسکتی ہے؟

لیکن آپ یہ معلوم کر کے حیران ہوں گے کہ وہی آیت جس کی رو سے قرآن کریم نے عورت اور مرد کے حقوق اور فرائض کو یکساں قرار دیا ہے' یہ حضرات اسے اپنے اس دعوے کے ثبوت کے لئے بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ مردوں کے مدارج عورتوں کے مقابلہ میں بلند ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی دلچسپ بھی ہے اور حسرت آمیز بھی۔ وہ کہتے ہیں کہ: وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ کے بعد ہے: وَلِلرِّجَالِ عَلَیْھِنَّ دَرَجَۃٌ (2:228)- جس کے (ان کے نزدیک) معنی ہیں۔ ''مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔'' یا یہ کہ مردوں کے درجات عورتوں کی بہ نسبت بلند ہیں۔

سب سے پہلے تو یہ دیکھئے کہ اگر یہ کہا جائے کہ عورتوں اور مردوں کے حقوق اور فرائض ایک جیسے ہیں لیکن مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے تو یہ کھلا ہوا تضاد ہو گا۔ اگر ان کے حقوق و فرائض مساوی ہیں تو پھر ایک جنس کو دوسری پر فضیلت کس طرح حاصل ہوسکتی ہے؟ اور ایک کے درجات بلند کیسے ہوسکتے ہیں؟ قرآن کریم نے درجتہ کہا ہے جس کے معنی ایک درجہ کے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ ایک درجہ کیا ہے جو عورتوں کے مقابلہ میں مردوں کو حاصل ہے۔ اس کا جواب پوری آیت سامنے لانے سے مل جاتا ہے۔ آیت یوں ہے:

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنفُسِهِنَّ ثَلاثَةَ قُرُوٓءٍ وَلاَ يَحِلُّ لَهُنَّ اَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيٓ اَرْحَامِهِنَّ اِن كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَبُعُولَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوٓا اِصْلاَحاً وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (2:228)۔

طلاق یافتہ عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو (نکاح ثانی کے لئے) تین حیض کے عرصہ تک روکے رکھیں (جسے عدت کی مدت کہتے ہیں)...... (اس کے بعد عدت کی تفصیلات دی گئی ہیں اور پھر کہا گیا ہے کہ) یہ ایک بات ہے جس میں عورت کے مقابلہ میں مرد کو پوزیشن ایک گونہ (Advantageous) ہے۔ یعنی عورت کے لئے عدت ہے۔ مرد کے لئے عدت نہیں۔ ورنہ' قانون خداوندی کی رو سے مرد اور عورت کے حقوق اور فرائض یکساں ہیں۔

یہ ہے وہ آیت جس کی رو سے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ مردوں کو عورتوں پر افضلیت حاصل ہے۔

مردوں اور عورتوں کی مساوات کے خلاف دو اعتراضات اور بھی کئے جاتے ہیں۔ یعنی:

1- وراثت میں لڑکی کا حصہ لڑکے سے آدھا ہے اور
2- شہادت کے لئے دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

وراثت میں لڑکی کا حصہ

جہاں تک وراثت کا تعلق ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔ (ملاحظہ ہو 4:11) جیسا کہ بتایا جا چکا ہے' قرآن کریم کی رو سے ایک ایسا معاشرہ قائم ہوتا ہے جس میں اکتساب رزق کی ذمہ داری بنیادی طور پر مرد کے ذمے ہوتی ہے کیونکہ ان

فرائض و واجبات کی ادائیگی سے جو بنیادی طور پر عورت کے ذمے ہوتے ہیں' عورت کو بالعموم اتنی فرصت نہیں مل سکتی کہ وہ اکتساب رزق کا بوجھ اٹھا سکے۔ اب ظاہر ہے کہ جس معاشرہ میں اکتساب معاش کی ذمہ داری بنیادی طور پر مرد کے سر پر ہو اس میں معاشی اسباب کی تقسیم میں مرد کا حصہ یقیناً زیادہ ہونا چاہئے۔ یہ وجہ ہے کہ ترکہ میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر رکھا گیا ہے۔ لڑکیوں کے ذمہ نہ اپنے اخراجات کی کفالت ہوتی ہے نہ اپنے خاندان کے رزق کی کفالت۔ اس کے برعکس' لڑکے نے اپنے لئے بھی اکتساب رزق کرنا ہوتا ہے اور اپنے بیوی بچوں کے لئے بھی۔ اس لئے اسے زیادہ حصہ ملنا چاہئے۔ جہاں ایسی صورت نہیں وہاں عورت کا حصہ مرد کے برابر رکھا گیا ہے۔ مثلاً ماں باپ میں سے ہر ایک کا حصہ (1/6) یا کلالہ کی صورت میں بہن اور بھائی میں سے ہر ایک کا حصہ (1/6)۔ لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ قرآن مجید نے کلیہ کے طور پر عورت کا حصہ مرد سے نصف رکھا ہے۔

لیکن اگر ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ مرد اپنے اس فریضہ کو نظر انداز کر رہے ہوں اور لڑکیوں کے متعلق اندیشہ ہو کہ وہ کسمپرسی کی حالت میں رہ جائیں گی تو قرآن نے متوفی کو پورا پورا حق دیا ہے کہ وہ اپنے ترکہ کی تقسیم اقتضائے حالات کے مطابق جس طرح جی چاہے (از روئے وصیت) کر جائے۔ قرآن کے مقرر کئے ہوئے حصے اس صورت میں عمل میں آتے ہیں جب متوفی بلا وصیت کئے مر جائے یا اس کی وصیت پورے ترکہ کو محیط نہ ہوتی ہو۔ قرآن میں اس کی صراحت موجود ہے۔ (آپ کو شاید معلوم نہ ہو کہ مروجہ قانون شریعت کی رو سے' وصیت کا قرآنی قانون منسوخ سمجھا جاتا ہے! یاللعجب)۔

عورتوں کی گواہی

دوسرا اعتراض ہے شہادت کے متعلق۔ سورۃ بقرہ میں آیت نمبر 282 میں ہے کہ جب تم آپس میں قرضہ کا معاملہ کرو تو اسے ضبط تحریر میں لے آؤ اور اس پر دو مرد بطور گواہ بلا لیا کرو۔ اس سے آگے ہے: **فَاِن لَّمۡ یَکُونَا رَجُلَیۡنِ فَرَجُلٌ وَّامۡرَاَتَانِ** کہ اگر دو مرد نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور دو عورتوں کو بطور گواہ بلا لیا کرو۔ دو عورتیں کیوں بلائی جائیں' اس کی علت قرآن نے یہ کہہ کر خود ہی بیان کر دی ہے کہ یہ اس لئے کہ: **اَن تَضِلَّ اِحۡدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحۡدٰهُمَا الۡاُخۡرٰی** عام طور پر اس آیت کے یہ معنی کئے جاتے ہیں کہ دو عورتوں کی اس لئے ضرورت ہے کہ ''ان میں سے اگر ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔''

ضلال کے بنیادی معنی ہیں' بات کا مبہم یا غیر واضح سا ہو جانا۔ ذہن میں الجھاؤ سا پیدا ہو جانا۔ واضح تر الفاظ میں (To Get Confused or Become Perplexed) اس لفظ کی وضاحت کے بعد اب اصل آیت کی طرف آیئے۔ اس آیت سے یہ سوال اٹھائے جاتے ہیں کہ:

1- ایک مرد کے بجائے دو عورتوں کو کیوں ضروری قرار دیا گیا۔ اور

2- یہ بات خصوصیت سے عورتوں کے متعلق کیوں کہی گئی کہ اگر ان میں سے ایک کو کچھ الجھاؤ سا پیدا ہو جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے؟ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ قرآن کے نزدیک عورتیں مردوں کے مقابلہ میں کم قابل اعتماد ہیں اور ان میں ذہنی صلاحیت بھی کم ہوتی ہے۔

جہاں تک قابل اعتماد ہونے کا تعلق ہے' قرآن نے شہادت میں مردوں کے لئے بھی دو کی شرط عائد کی ہے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جائے گا کہ قرآن مردوں کو بھی قابل اعتماد نہیں سمجھتا۔ اسی لئے ایک کو کافی نہیں سمجھا گیا۔ ایک کے ساتھ دوسرے کی شہادت بھی ضروری قرار دی گئی ہے؟ لیکن یہ ظاہر ہے کہ قرآن کا مقصود یہ نہیں کہ ایک مرد قابل اعتماد نہیں ہوتا۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ایک کے بیان میں سہو یا سقم رہ جائے تو دوسرے کے بیان سے اس کی کمی پوری ہو جائے یعنی اس سے ایک امکانی احتمال کی قانونی روک تھام مقصود ہے۔ مردوں کے متعلق یہ فتویٰ دینا مقصود نہیں کہ مرد قابل اعتماد نہیں ہوتے اس لئے ان میں سے کسی ایک (تنہا) کی شہادت پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے یعنی مقصود شہادت کی توثیق (پختہ کرنا) ہے' نہ کہ مردوں کے ناقابل اعتماد ہونے کا اعلان۔

اسی طرح' جب قرآن نے ایک مرد کی جگہ دو عورتوں کو ضروری قرار دیا ہے تو اس سے بھی یہ مقصود نہیں کہ مردوں کے مقابلہ میں عورتیں کم قابل اعتماد ہوتی ہیں۔ اس لئے ایک مرد کی جگہ دو عورتیں ضروری ہیں۔ یہاں بھی مقصود ایسا طریقہ اختیار کرنا ہے جس سے شہادت زیادہ سے زیادہ یقینی ہو جائے۔ ورنہ جہاں تک مردوں اور عورتوں کے تقابلی (Comparative) اعتماد کا تعلق ہے' قرآن نے دونوں کو ایک ہی حیثیت دی ہے مثلاً قرآن میں جہاں لعان کی شہادت کا ذکر ہے' وہاں ایک عورت کی شہادت کو بھی ایسا ہی قابل قبول قرار دیا ہے جیسا کہ ایک مرد کی شہادت کو۔ (ملاحظہ ہو (24:6-9))-

اب سوال دوسرا باقی رہ جاتا ہے کہ قرآن نے

بالخصوص عورتوں کے متعلق کیوں کہا ہے کہ اگر ان میں سے ایک کو کچھ اشتباہ لاحق ہو جائے، کچھ گھبراہٹ سی ہو جائے تو دوسری عورت اسے یاد دلا دے۔

وہ تو زمانہ نزول قرآن کی بات ہے۔ آپ آج بیسویں صدی میں ہمارے ہاں کی مستورات میں سے کسی کو پہلے پہل عدالت میں لے جا کر گواہوں کے کٹہرے میں کھڑا کر دیجئے جہاں گرد و بیش اجنبی مرد ہوں۔ وہاں دیکھئے کہ اس بیچاری کی کیا حالت ہوتی ہے۔ اس کے پسینے چھوٹ جائیں گے۔ وہ کانپنے لگ جائے گی۔ اس کی گھگھی بندھ جائے۔ اگر اس کے ساتھ اس کی کوئی جان پہچان والی عورت موجود ہو تو اس کا حوصلہ بندھ جائے گا۔ اسے کچھ کہنے کی ہمت ہو جائے گی۔ اس دوسری عورت کا ساتھ ہونا اس کے لئے باعث تقویت ہو گا۔ قرآن کریم نے ان عورتوں کے متعلق کہا ہے کہ:

اَوَمَن يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ (43:18)-

یہ زیورات میں پلی ہوئی جھگڑے کے وقت اپنے مافی الضمیر کو بھی واضح طور پر بیان نہیں کر سکتی۔

اس قسم کی ہیں وہ عورتیں جن کے متعلق کہا ہے کہ انہیں عدالت میں جانا پڑے تو ان کے ساتھ (ان کی جان پہچان والی) ایک عورت کھڑی کر دو تا کہ اس کا حوصلہ بندھ جائے۔

ان تصریحات کے علاوہ یہ حقیقت بھی قابل غور ہے کہ قرآن کریم نے یہ کہیں نہیں کہا کہ ایک عورت کی شہادت کے بعد دوسری عورت کی شہادت لی جائے اور اس طرح دو شہادات ایک مرد کی شہادت کے برابر ہو جائیں۔ اس نے کہا یہ ہے کہ اگر گواہی دینے والی عورت کہیں (Confused) ہو جائے تو اس کے ساتھ کھڑی سہیلی اسے یاد دلا دے کہ صحیح بات کیا تھی۔ (وہ عدالت سے کچھ نہیں کہے گی۔ گواہی دینے والی اپنی بہن کو صحیح بات یاد دلا دے گی) اس سے ظاہر ہے کہ اگر گواہی دینے والی عورت کو کوئی گھبراہٹ نہ ہو وہ کہیں غلطی نہ کرے، تو ساتھ والی عورت کو مداخلت کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔

اور اس سے یہ بھی واضح ہے کہ لڑکیوں کی پرورش ''زیورات'' میں نہ کی جائے جس سے وہ معاملات زندگی میں حصہ لینے کے قابل ہی نہ بن سکیں اور یوں غیر مبین (گونگی) بن کر رہ جائیں بلکہ انہیں زیور تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا جائے۔ اس صورت میں وہ غیر مبین نہیں رہیں گی اور دوسری عورت کی مداخلت کی بھی ضرورت نہیں رہے گی۔

یہ ہے حقیقت ان اعتراضات کی جن کی رو سے عورتوں کو مردوں کے مقابلہ میں ناقص العقل' ناقابل اعتماد اور مردوں سے پست درجہ پر قرار دیا جاتا ہے۔

عورتوں کے حقوق ملکیت

پہلے کہا جا چکا ہے کہ تقسیم کار کی رو سے' بیوی بچوں کی ضروریات زندگی بہم پہنچانے کی ذمہ داری مرد کے سر پر ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ عورت نہ کمائی کرسکتی ہے اور نہ ہی اسے حقوق ملکیت حاصل ہوتے ہیں۔ وہ کمائی بھی کرسکتی ہے اور اسے ذاتی حقوق ملکیت بھی حاصل ہوتے ہیں۔ سورۃ النساء میں ہے:

وَلاَ تَتَمَنَّوْاْ مَا فَضَّلَ اللّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُواْ وَلِلنِّسَاء نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُواْ اللّهَ مِن فَضْلِهِ إِنَّ اللّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيماً (4:32)-

ایک دوسرے کے حقوق کی حفاظت کے سلسلہ میں' اس غلط تصور کا ازالہ بھی ضروری ہے جس کی رو سے سمجھا جاتا ہے کہ حقوق ملکیت مرد کو حاصل ہوتے ہیں' عورت کو نہیں ہوتے' عورت اپنے مال اور جائیداد کی آپ مالک ہوتی ہے (4:7)- اسی طرح یہ سمجھنا بھی غلط ہے کہ کمائی کرنا مردوں کا کام ہے' عورتیں ایسا نہیں کرسکتیں۔ مرد اور عورتیں' سب اکتساب رزق کرسکتے ہیں۔ جو کچھ مرد کمائے وہ اس کا حصہ ہے۔ جو عورت کمائے وہ اس کا حصہ۔ (یہ الگ بات ہے کہ گھر کی زندگی میں میاں بیوی باہمی تعاون سے کام لیتے ہیں)۔ یہ ٹھیک ہے کہ جہاں تک فطری فرائض کا تعلق ہے' بعض باتوں میں مردوں کو برتری حاصل ہے اور بعض میں عورتوں کو۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ عورتیں اپنے آپ کو اپاہج بنا کر' مردوں کی کمائی کو تکتی رہیں اور خود کچھ نہ کریں۔ انہیں چاہئے کہ خدا سے زیادہ سے زیادہ اکتساب کی توفیق طلب کرتی رہیں۔ خدا خوب جانتا ہے کہ وہ کیا کچھ کرسکتی ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ عورت کو جو کچھ ترکہ میں ملے' وہ اس کی ملکیت ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنی کمائی کی بھی آپ مالک ہوتی ہے یہ الگ بات ہے کہ گھر کا ماحول خوشگوار اور ازدواجی زندگی کامیاب ہو تو میاں بیوی کے تعلقات ''کاروباری'' نہیں رہتے۔ باہمی رفاقت اور تعاون کے ہو جاتے ہیں لیکن ملکیت کی قانونی حیثیت وہی ہے جس کا ذکر قرآن نے کیا ہے۔

ان تصریحات کی روشنی میں آپ غور کیجئے کہ

زندگی کا کوئی گوشہ بھی ایسا ہے جس میں قرآن نے عورتوں کو مردوں سے (یا بیوی کو مرد سے) پست درجہ پر رکھا ہو! ہمارے ہاں عورت کے متعلق جو خیالات رائج ہیں (اور جنہیں بدقسمتی سے قوانین شریعت کہہ کر پکارا جاتا ہے) وہ یہودیوں' عیسائیوں اور ہندوؤں سے مستعار لے گئے ہیں۔ قرآن کا دامن ان سے پاک اور صاف ہے لیکن ہمارے ہاں کی مذہبی پیشوائیت کا' عورت سے ضد' نفرت' تعصب کا یہ عالم ہے کہ زندگی میں تو ایک طرف' اس بے چاری کی موت کے بعد بھی یہ نفرت قائم رہتی ہے۔ ان کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر عورت کا قتل کر دیا جائے تو اس کا خون بہا مرد کے خون بہا سے نصف ہوگا۔ عورت کی جان کی قیمت بھی مرد کی جان کی قیمت سے نصف ہے جن کے تعصب کا یہ عالم ہو' ان سے یہ توقع رکھنا کہ وہ عورت اور مرد کو ہم دوش تسلیم کر لیں گے' عبث ہے۔ یہ تو اسی صورت میں ممکن ہے کہ مملکت کا قانون' قرآنی ہو۔

خریدار حضرات توجہ فرمائیں

مجلّہ طلوع اسلام کی درج ذیل خوبصورت جلدیں 275 روپے فی جلد علاوہ ڈاک خرچ دستیاب ہیں۔

70, 72, 73, 75, 76, 77, 83, 84, 85, 86, 87, 88, 91, 94, 98, 2000, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010

ماہنامہ طلوع اسلام

☆ طلوع اسلام بلند پایہ علمی پرچہ ہے۔ ☆ پاکستان کے ہر گوشے اور ہر طبقے میں گہری دلچسپی سے پڑھا جاتا ہے۔ ☆ پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی جاتا ہے۔ ☆ اس میں شائع شدہ اشتہارات ہزاروں خریداروں کی نظروں سے گزرتے ہیں۔ اس میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے۔

اشتہارات کے REVISED نرخ یہ ہیں

ٹائٹل کے صفحات	ایک بار	سال بھر کے لئے
بیرونی ٹائٹل	1500/- روپے	15000/- روپے
اندرونی ٹائٹل	1200/- روپے	12000/- روپے
اندرون صفحات		
پورا صفحہ	1000/- روپے	10000/- روپے
نصف صفحہ	500/- روپے	5000/- روپے
چوتھائی صفحہ	250/- روپے	2500/- روپے

☆ مذکورہ شرح ایک رنگ کے اشتہار کے لئے ہے۔ ☆ اشتہار شائستہ اور معیاری ہونا چاہئے۔

☆ اجرت اشتہار مسودہ کے ہمراہ ارسال فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عطاء الحق قاسمی

پاک فوج زندہ باد!

ہم میں سے کون بد بخت ہے جو اپنی فوج کے خلاف ہو۔فوج تو ہمارے دفاع کے لئے ہے۔اس کا کام ہمیں دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھنا ہے اور کون ہے جو اپنے دشمنوں کے سامنے ڈٹ جانے والے کے لئے اپنے دل میں کوئی میل رکھتا ہو؟ یہ تو خود سے دشمنی ہے اور خود سے دشمنی کوئی احمق ترین شخص ہی کر سکتا ہے۔ 1965ء میں جب ہماری افواج سرحدوں پر دادِ شجاعت دے رہی تھیں۔ ملک کا کون سا طبقہ' کون سا فرقہ' کون سا دایاں اور کون سا بایاں بازو ایسا تھا جو اس پر محبتیں نچھاور نہیں کر رہا تھا' یہ وہ دور تھا جب بائیں بازو کے لوگوں کو ''ملک دشمن'' قرار دیا جاتا تھا اور اس بائیں بازو کا ایک اہم ترین دانشور صفدر میر ٹرک پر سوار ہو کر لاہور کی سڑکوں پر سے گزرتے ہوئے اپنی گرجدار آواز میں لاؤڈ سپیکر پر اپنی ایک ولولہ انگیز نظم ''چلو واہگے کی سرحد پر' چلو واہگے کی سرحد پر'' سناتا جاتا تھا۔اس موقع پر ''ادب برائے ادب'' کے علمبردار بھی ''ادب برائے زندگی'' کی طرف مائل نظر آنے لگے تھے چنانچہ حلقہ اربابِ ذوق کے انجم رومانی انڈونیشی صدر سوئیکارنو کے دیئے ہوئے نعرے ''گنجگ انڈیا'' (''انڈیا کو کچل دو'') کو اپنی نظم میں عام کر رہے تھے۔ اعجاز حسین بٹالوی ریڈیو پاکستان سے اپنی خوبصورت تحریر سے قوم کی امنگوں کا ساتھ دینے میں مشغول تھے۔صرف یہی نہیں بلکہ جب 1971ء میں ہماری فوج نے انڈیا کے جنرل اروڑا کے سامنے ہتھیار ڈالے اور پھر ہزاروں کی تعداد میں ہمارے فوجی اور سویلین انڈیا کی قید میں چلے گئے۔ یہ سانحہ اگرچہ پاکستانی قوم کے دلوں کو زخمی کرنے والا تھا اور ذلت کی یہ مہر آج بھی کروڑوں پاکستانیوں کے دلوں پر ثبت ہے لیکن اس کے باوجود پوری قوم اپنے قیدی فوجیوں کے لئے دست بدعا رہی اور ان کی واپسی کے لئے آیت کریمہ کے ختم کراتی رہی۔

اس موقع پر فوج کے خلاف جو شدید ردعمل ہو سکتا تھا پاکستانی قوم نے اس سے اجتناب کیا۔اس کے علاوہ بھی بہت سے مواقع ایسے آئے جب قوم کو اپنی فوج سے شکایتیں پیدا ہوئیں لیکن انہیں ایشو نہیں بنایا گیا!

یہ باتیں ہیں اس تناظر میں کہہ رہا ہوں کہ گزشتہ چند ماہ کے دوران کچھ واقعات ایسے رونما ہوئے ہیں جن سے دفاعِ پاکستان کے حوالے سے ذہنوں میں بہت سے

سوال اٹھ رہے ہیں اور قوم خود کو غیر محفوظ سمجھنے لگی ہے، اس دوران مختلف حلقوں کی طرف سے جو سوال اٹھائے گئے ہیں وہ سب پوری توجہ کے ساتھ سنتا اور پڑھتا رہا ہوں۔ صرف ایک موقع ایسا تھا جب میں نے محسوس کیا کہ اپنی بے چینی کا اظہار کرنے والے کی دل سوزی اور حب الوطنی اپنی جگہ، لیکن اس کا لہجہ مناسب نہیں تھا، جبکہ اس حوالے سے شائع ہونے والی دوسری تحریروں، ٹاک شوز میں ہونے والی گفتگوؤں اور تھڑوں پر بیٹھ کر تبصرہ کرنے والے ماجھے گاموں کے ہاں مجھے سوائے وطن کی محبت کے اور کوئی جذبہ نظر نہیں آیا لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ فوج کے کچھ بڑوں کو یہ سب کچھ اچھا نہیں لگ رہا، انہیں نہ صرف یہ کہ اس میں اپنی سبکی محسوس ہو رہی ہے بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سارا عمل فوج کی کردار کشی کے زمرے میں آتا ہے بلکہ ایک تاثر یہ بھی موجود ہے کہ دفاع کے نظام میں خامیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کرنے والے دشمن کے ایجنٹ ہیں۔ اس سوچ پر صرف لاحول ولا ہی پڑھا جا سکتا ہے۔ پاکستان میں پاک فوج اور عام شہریوں پر حملے کرنے والوں کے سوا کوئی ملک دشمن نہیں ہے اور یہ ملک دشمن بھی جنرل ضیاء الحق اور جنرل پرویز مشرف ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ میرے جو فوجی دوست اپنی خامیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کرنے والوں کو غیر محبّ وطن سمجھتے ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر آپ کا کوئی پیارا کسی ایسے رستے پر چل پڑے جو تباہی کی طرف جانے والا ہو اور آپ اسے اس رستے پر چلنے سے روکیں تو کیا آپ کو اس کا دشمن سمجھنا چاہئے یا یہ کہ آپ اس کے حقیقی دوست ہیں؟ اسی طرح اگر آپ یہ سوچ کر اسے من مانی کرنے دیتے ہیں کہ مجھے کیا، خود ہی بھگتے گا تو کیا آپ کا یہ رویہ اس سے محبت کا ثبوت ہے یا آپ اس سے دشمنی کر رہے ہیں؟ بالکل یہی صورتحال اس وقت پاک فوج اور اس سے محبت کرنے والے پاکستانی عوام کے درمیان ہے۔ لوگ اپنی فوج کو بے داغ کردار کا حامل دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ اس کی موجودگی میں وہ اپنے گھروں میں خود کو محفوظ سمجھیں لیکن جب وہ دیکھتے ہیں کہ خود فوج بھی کئی مواقع پر اپنی حفاظت کے معیار پر پوری نہیں اتری، چند دہشت گرد آتے ہیں اور پورے سکون سے اپنا مشن مکمل کر کے واپس چلے جاتے ہیں تو قوم میں بے چینی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے زیرک اور معاملہ فہم افراد اور تجزیہ نگار جانتے ہیں کہ فوج کے بڑوں کو ان کی باتیں اچھی نہیں لگیں گی کیونکہ وہ اس طرح کی باتیں سننے کے عادی نہیں ہیں لیکن وطن اور پاک فوج سے شدید محبت انہیں سب کچھ کہنے پر مجبور کرتی ہے۔ ان کے دل کے کسی نہ کسی کونے میں یہ امید ابھی زندہ ہے کہ ان کی باتیں کسی کو اچھی نہ بھی لگیں تو بھی وہ اصلاح احوال اور اس حوالے سے پاک فوج کی گرتی ہوئی ساکھ کو بحال کرنے کی کوشش کریں گے۔ میری خواہش ہے کہ ان کی اس امید کو مرنے نہ دیا جائے۔

آخر میں کچھ پاک فوج کے سربراہ جنرل اشفاق پرویز کیانی سے بھی ایک گزارش کرنا ہے' جنرل صاحب سے میری دو طویل ملاقاتیں ہو چکی ہیں جس میں میرے سمیت میرے دوسرے ساتھیوں کو انہوں نے دفاع وطن کے حوالے سے بریفنگ دی تھی۔ ان ملاقاتوں کا مثبت نقش ابھی تک میرے دل پر موجود ہے۔ میں صحیح یا غلط طور پر سمجھتا ہوں کہ پاکستانی قوم اور اس کی فوج کے مابین جو ایک خلیج سی حائل ہو رہی ہے۔ وہ اپنی دانش اور دردمندی سے اسے پاٹ سکتے ہیں تاہم یہ کام صرف باتوں سے نہیں عمل سے ہو گا۔ میں ان سے ایک مشکل ترین کام کی توقع رکھتا ہوں۔ یہ کام مشکل ترین اس لئے ہے کہ فوج میں موجود تمام تر ڈسپلن کے باوجود اس میں کچھ خطرات پوشیدہ ہیں۔ کام یہ ہے کہ وہ فوج کو مکمل طور پر دفاع کا پابند کر دیں اور وہ سارے معمولات ختم کرائیں جن میں ڈوبے رہنے کی وجہ سے وہ تمام فروگزاشتیں سرزد ہو رہی ہیں جن کے سبب قوم بے چین ہے اور صرف خود کو نہیں' فوج کو بھی غیر محفوظ سمجھنا شروع ہو گئی ہے۔ میں اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کہ جنرل صاحب یقیناً جانتے ہوں گے کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔ پاکستانی تاریخ میں کئی سپہ سالار آ چکے ہیں اور جا چکے ہیں لیکن لوگوں کو ان کی خدمات تو کجا' ان کے نام بھی شاید یاد نہیں' مجھے جنرل اشفاق کیانی میں یہ صلاحیت نظر آتی ہے کہ وہ پاکستانی قوم کے ہیرو کے طور پر تاریخ میں اپنا نام درج کرائیں اور یہ تبھی ممکن ہے اگر وہ ''ہرچہ بادا باد'' کہتے ہوئے ایک ایسا ''تطہیری عمل'' شروع کریں جس کے نتیجے میں ہماری افواج ایک بار پھر پاکستانی قوم کے دلوں میں راج کرنا شروع کر دیں۔ پاک فوج زندہ باد' پاکستان پائندہ باد۔

(بشکریہ روزنامہ جنگ لاہور' 2011-6-11)

محترم خریدارانِ طلوع اسلام!

آپ کو مجلّہ طلوع اسلام جب بذریعہ ڈاک موصول ہو تو براہِ کرم لفافہ کو پھینکنے سے پہلے اس کے اوپر اپنے زرِشرکت سے متعلق تحریر کو ضرور پڑھئے جس پر آپ کا خریداری نمبر اور جس مہینہ اور سال تک آپ نے زرِشرکت ادا کیا ہو' وہ مہینہ اور سال اس طرح لکھا ہوتا ہے:

Subscription Paid Up to 12/2010

اس طرح آپ کو ادا شدہ یا واجب الادا زرِشرکت سے متعلق ایک نظر ڈالنے پر معلوم ہوتا رہے گا۔ نیز زرِشرکت بھیجتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔ ایڈریس کی تبدیلی کی صورت میں مہینہ کی 15 تاریخ تک ادارہ کو مطلع کیجئے تاکہ اس ماہ کا پرچہ آپ کے نئے پتہ پر ارسال کیا جا سکے

(ادارہ طلوع اسلام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(یکے از مطبوعات ادارہ باغبان ایسوسی ایشن)

باغبان ایسوسی ایشن کا ماٹو ’’قرآن فہمی اور باغبانی‘‘ ہے۔

ہفتۂ شجرکاری کو کامیاب بنائیں۔

دنیا بھر میں 50 ہزار، بھارت میں 4 ہزار، پاکستان میں صرف 18 ڈیمز ہیں۔

پانی کی قلت کے باعث ملک کا 2 کروڑ ایکڑ رقبہ بنجر ہے، عالمی فہرست میں 19 ہزار ڈیموں کے ساتھ چین پہلے نمبر پر آ گیا۔

☆ لاہور (رپورٹ: ریاض الحق) زراعت کی ترقی اور توانائی کے شعبے کی وسعت کے لئے پانی کی مطلوبہ ضرورت پوری کرنے کے لئے ڈیموں کی تعمیر ناگزیر ہے۔ بارشوں اور دیگر ذرائع سے حاصل ہونے والے پانی کو ڈیموں کے ذریعے نہ صرف ضائع ہونے سے بچایا جاسکتا ہے بلکہ اس سے مناسب فائدہ بھی اٹھایا جاسکتا ہے۔ عالمی سطح پر دنیا کے مختلف ممالک میں تقریباً 10 لاکھ ڈیم ہیں جن میں پانی ذخیرہ کرنے کی صلاحیت 8300 ہزار کیوبک کلومیٹر ہے۔ عالمی سطح پر دنیا کے کل ڈیموں کا 59.7 فیصد ایشیا میں ہیں جبکہ 21.1 فیصد کے ساتھ شمالی امریکہ دوسرے، 12.6 فیصد کے ساتھ یورپ تیسرے، 3.3 فیصد کے ساتھ افریقہ چوتھے، 2 فیصد کے ساتھ جنوبی افریقہ پانچویں اور 1.3 فیصد کے ساتھ آسٹریلیا چھٹے نمبر پر ہے۔ دنیا میں 50 ہزار بڑے ڈیم ہیں جن کی اونچائی 200 فٹ سے زائد ہے ان میں 19 ہزار بڑے ڈیموں کے ساتھ چین سرفہرست ہے جبکہ 8100 کے ساتھ امریکہ دوسرے اور 4 ہزار ڈیموں کے ساتھ بھارت تیسرے نمبر پر ہے۔ پاکستان اور بھارت میں ڈیموں کے حوالے سے جنگ ڈیویلپمنٹ رپورٹنگ سیل کی تیار کردہ خصوصی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں جہاں بیشتر شعبے انحطاط کا شکار ہیں وہیں ڈیموں کے حوالے سے صورتحال بھی انتہائی مایوس کن ہے ملک میں صرف 18 ڈیم اور 7 بیراج ہیں جن سے زرعی شعبے کی ضروریات پوری کرنے کے ساتھ ہائیڈل پاور کے لئے بھی مدد لی جاتی ہے لیکن ملک کی ضروریات کے برعکس یہ ڈیم اور بیراج ناکافی ہیں یہی وجہ ہے کہ پاکستان 1947ء سے بھی پیچھے چلا گیا ہے اور جو پانی قیام پاکستان کے موقع پر دستیاب تھا اب اس کا پانچواں حصہ رہ گیا ہے۔ پانی کی قلت کے باعث ملک کا 2 کروڑ ایکڑ رقبہ بنجر ہے۔ دوسری جانب پاکستان کے مقابلے میں بھارت کی پوزیشن انتہائی مستحکم ہے جس کا اندازہ ان اعداد و شمار سے لگایا جاسکتا ہے کہ 1947ء میں بھارت میں 300 ڈیم تھے جن کی تعداد اب 4000 تک تجاوز کرچکی ہے جن کو 20 لاکھ 8 ہزار مربع کلومیٹر پر مشتمل زرعی رقبہ کی کاشت کے علاوہ 37 ہزار 367 میگاواٹ بجلی پیدا کرنے والے 36 پاور اسٹیشن

کے لئے بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔ ملک میں دریاؤں کا بہاؤ 145 ملین ایکڑ فٹ ہے اور صرف 13 فیصد جو کہ 18.37 ملین ایکڑ فٹ ہے کو ذخیرہ کیا جاتا ہے۔ وارسک ڈیم ملک میں بننے والا پہلا ڈیم تھا جو 1955 میں دریائے کابل پر بنایا گیا ہے۔ بعدازاں بھارت کی جانب سے نہری پانی کے تنازع کے باعث ملک کو شدید بحران کا سامنا کرنا پڑا جس کے بعد منگلا اور تربیلا ڈیم تعمیر کئے گئے۔ ملک میں صرف 13 پاور اسٹیشن موجود ہیں جو 6 ہزار 444 میگاواٹ بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جو ملک میں پیدا کی جانے والی مجموعی بجلی کا 30 فیصد ہے پاکستان میں ڈیموں کی تعمیر مایوس کن ہونے کے باعث ملک میں پانی کی قلت بڑھتی جا رہی ہے۔ (جنگ 23 جون 2011ء)

(نوٹ) اگر ڈیموں کی تعداد میں مجوزہ اضافہ ہو تو باغبانی میں بھی مزید 20 فیصد اضافہ ہو سکتا ہے۔

(شعبہ نشر و اشاعت ادارہ باغبان ایسوسی ایشن)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اہم اعلان

ادارہ طلوع اسلام کے زیر اہتمام شائع ہونے والے ماہنامہ طلوع اسلام کی

فی شمارہ قیمت 25 روپے

سال بھر کے لئے قیمت 300 روپے۔ **(ادارہ طلوع اسلام)**

آپ کی شکایت

یہ بھی درست کہ رسالہ نہیں پہنچا یا وقت پر نہیں ملا **اور یہ بھی** کہ تعمیل ارشاد میں تاخیر ہوئی یا اس میں کوئی فروگزاشت ہوئی۔

لیکن کیا آپ نے اس پر بھی غور فرمایا کہ آپ نے

۱۔ تبدیلی پتہ کی بروقت اطلاع دی ہے یا نہیں۔
۲۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر لکھا ہے یا نہیں۔
۳۔ زرِ شرکت ادا ہوا ہے یا نہیں۔
۴۔ اپنے علاقے کے پوسٹ کوڈ کی اطلاع دی ہے یا نہیں۔

پاکستان میں

غلام احمد پرویز علیہ الرحمۃ

کا درس قرآن کریم مندرجہ ذیل منظور شدہ مقامات پر ہوتا ہے

نوٹ: نمائندگان محترم سے التماس ہے کہ ایڈریس یا اوقاتِ درس میں تبدیلی کی صورت میں ادارہ کو فی الفور مطلع فرمائیں۔

شہر	مقام	دن	وقت
اسلام آباد	برمکان ڈاکٹر انعام الحق، مکان نمبر 302، سٹریٹ نمبر 57، سیکٹر F-11/4 رابطہ: ڈاکٹر انعام الحق، فون نمبر 051-2290900	بروز اتوار	11AM
اوکاڑہ	برمکان احمد علی، بیت الحمد، 4-AB-180، شادمان کالونی، ایم۔اے جناح روڈ نزد مبارک مسجد رابطہ میاں احمد علی: 0442-527325، موبائل: 0321-7082673	بروز جمعہ	3PM
پنج کسی	برمطب حکیم احمد دین۔ رابطہ ڈاکٹر محمد سلیم قمر تحصیل کبیر والا	بروز جمعہ	3PM
جہلم	جنجوعہ ٹاؤن، پوسٹ آفس فوجی ملز، نزد بیکن ہاؤس سکول۔ رابطہ قمر پرویز	ہر ماہ پہلی اور آخری اتوار	4PM
چوٹی زیریں	بردوکان لغاری برادرز زرعی سروس، ڈیرہ غازی خان۔ رابطہ: ارشاد احمد لغاری۔ موبائل: 0331-8601520	ہر ماہ پہلا اتوار	12 بجے دن
چنیوٹ	W-11/9، گوجر چوک (گنبد والی کوٹھی) سیٹلائیٹ ٹاؤن۔ رابطہ: آفتاب عروج، فون: 047-6331440-6334433، موبائل نمبر: 0345-7961795	بروز جمعہ	بعد نماز جمعہ
حیدر آباد (قاسم آباد)	محترم ایاز حسین انصاری، B-12، حیدر آباد ٹاؤن، فیز نمبر 2، قاسم آباد بالمقابل نسیم نگر آخری بس سٹاپ۔ رابطہ موبائل: 0336-3080355	بروز جمعہ	بعد نماز عصر
راولپنڈی	فرسٹ فلور، کمرہ نمبر 114، فیضان پلازہ۔ کمیٹی چوک۔ رابطہ ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ، موبائل: 0331-5035964	بروز جمعہ بروز اتوار	4PM 4PM
راولپنڈی	برمکان امجد محمود، مکان نمبر 14/A، گلی نمبر 4، راہِ طلوع اسلام جنجوعہ ٹاؤن، اڈیالہ روڈ نزد جراہی سٹاپ، راولپنڈی۔ رابطہ: رہائش: 051-5573299، موبائل: 0322-5081985	بروز اتوار	10AM
خان پور	بمقام مکان حبیب الرحمان، محلہ نظام آباد، وارڈ نمبر 9 خان پور ضلع رحیم یار خان رابطہ: نمائندہ حبیب الرحمٰن۔ فون نمبر گھر: 068-5575696، دفتر: 068-5577839	بروز جمعہ	3PM
سیالکوٹ	معرفت کمپیوٹر سٹی، سٹی ہاؤس، سٹی سٹریٹ، شہاب پورہ روڈ رابطہ: محمد حنیف، 03007158446۔ محمد طاہر بٹ، 0300-8611410۔ محمد آصف مغل 0333-8616286۔ سٹی ہاؤس 052-3256700	ہر دوسرے اتوار	5PM

سرگودھا	B-4، گلی نمبر 7، بلاک 21، نزد کی مسجد چاندنی چوک، رابطہ۔ملک محمد اقبال۔فون: 048-711233	بروز منگل	7PM
فیصل آباد	رحمان نور سینٹر فرسٹ فلور، مین ڈگلس پورہ بازار، رابطہ: محمد عقیل حیدر، موبائل: 0313-7645065	بروز جمعہ	4PM
فتح پور، سوات	فتح پور، سوات، رابطہ: خورشید انور، فون: 0946600277، موبائل: 0315-9317755	بروز اتوار	3PM
	محترم ظاہر شاہ خان آف علی گرام، سوات کا ڈیرہ۔موبائل: 0346-9467559	ہر اتوار	9AM
کراچی	105 سی بریز پلازہ، شاہراہ فیصل۔رابطہ شفیق خالد، فون نمبر: 0300-2487545	بروز اتوار	10AM
کراچی	A-446 کوہ نور سنٹر، عبداللہ ہارون روڈ، رابطہ محمد اقبال۔فون: 021-35892083، موبائل: 0300-2275702	بروز اتوار	10AM
کراچی	ڈبل اسٹوری نمبر 16، گلشن مارکیٹ، کورنگی نمبر 5، ایریا 36/C، پوسٹ کوڈ 74900	بروز اتوار	2PM
	رابطہ: محمد سرور۔فون نمبرز: 021-35031379-35046409، موبائل: 0321-2272149		
کراچی	نالج اینڈ ویزڈم سنٹر، سلمان ٹاورز، آفس نمبر A-45، بالمقابل نادرا آفس، ملیر سٹی۔رابطہ: آصف جلیل	بروز اتوار	11AM
	فون: 021-35421511، موبائل: 0333-2121992، محمود الحسن۔فون: 021-35407331		
کوئٹہ	صابر ہومیو فارمیسی تو غی روڈ۔رابطہ ڈاکٹر غلام صابر، فون: 081-2825736	بروز اتوار	4PM
گوجرانوالہ	شوکت نرسری، گل روڈ، سول لائنز۔رابطہ چوہدری تسنیم شوکت، موبائل: 0345-6507011	بروز جمعہ	بعد نماز عصر
لاہور	B-25، گلبرگ 2، (نزد مین مارکیٹ، مسجد روڈ)۔رابطہ فون نمبر: 042-35714546	بروز اتوار	10AM
لاہور	قرآنک ریسرچ سنٹر متصل لاہور میڈیکل اینڈ ڈینٹل کالج، ہربنس پورہ۔رابطہ: ہارون، 0322-4947258	بروز جمعہ	5:30PM
لاڑکانہ	برمکان اللہ بخش شیخ نزد قاسمیہ محلہ جاڑل شاہ، رابطہ سکندر علی عباسی، فون: 074-4042714	بروز جمعہ	بعد نماز مغرب
منڈی۔۔	رابطہ: خان محمد، (وڈیو کیسٹ) برمکان ماسٹر خان محمد گلی نمبر 1، محلہ صوفی پورہ۔فون نمبر: 0456-520969	بروز جمعہ	10 AM
بہاؤالدین	موبائل نمبر: 0334-4907242		
نواں کلی، صوابی	رابطہ ہومیو ڈاکٹر ایم۔فاروق، محلہ خدر خیل۔فون نمبر:	بروز اتوار	10 AM
صوابی	بمقام چارباغ، (حجرہ ریاض الامین صاحب)، (رابطہ: انچارج یوٹیلیٹی سٹورز، مردان روڈ، صوابی)	بروز اتوار	3 P.M
	فون نمبرز: (0938)310262, 250102, 250092		

غلام احمد پرویز علیہ الرحمۃ کی جملہ تصانیف اور ماہنامہ طلوع اسلام کا تازہ شمارہ بھی

انہی جگہوں پر دستیاب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

خریدار حضرات خصوصی توجہ فرمائیں

جن خریدار حضرات کی زرِشرکت ماہنامہ طلوع اسلام ختم ہوچکی ہے وہ برائے مہربانی جلد از جلد ادارہ کو ارسال فرمائیں۔شکریہ

مطبوعات طلوعِ اسلام ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ کے تحریک پاکستان کی دینی اساس سے متعلق
ذاتی مشیر، منفرد مفکرِ قرآن، بانی تحریک طلوعِ اسلام اور تحریک پاکستان گولڈ میڈلسٹ

علامہ غلام احمد پرویزؒ

کی

2010

تصنیفات

نام کتاب	پیپر بیک	مجلّد	نام کتاب	پیپر بیک	مجلّد
مفہوم القرآن (مکمل سیٹ)	*	1200	معراج انسانیت (سیرتِ رسولِ اکرم ﷺ)	270	540
مفہوم القرآن (کھلے پارے۔فی پارہ)	*	40	مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں	120	240
مفہوم القرآن (مکمل سیٹ مجلّد)	*	1200	انسان نے کیا سوچا؟	200	400
مفہوم القرآن (تین جلدوں میں۔فی جلد)	*	400	اسلام کیا ہے؟	180	360
لغات القرآن (مکمل سیٹ مجلّد)	*	1300	کتاب التقدیر	200	400
لغات القرآن (چار جلدوں میں۔فی جلد)	*	350	جہانِ فردا (مرنے کے بعد کیا ہوگا؟)	160	320
تبویب القران (مجلّد)	*	1100	شاہکار رسالت (سیرتِ فاروق اعظمؓ)	280	560
تبویب القران (تین جلدوں میں)	*	1200	نظامِ ربوبیت (قرآن کا معاشی نظام)	200	400
مطالب الفرقان (مکمل سیٹ۔سورہ فاتحہ تا سورہ الحجر)	1200	2400	تصوف کی حقیقت	200	400
مطالب الفرقان (جلد اول)	165	330	قرآنی قوانین	100	200
مطالب الفرقان (جلد دوم)	165	330	سلیم کے نام خطوط (جلد اول)	130	260
مطالب الفرقان (جلد سوم)	180	360	سلیم کے نام خطوط (جلد دوم)	130	260
مطالب الفرقان (جلد چہارم)	200	400	سلیم کے نام خطوط (جلد سوم)	150	300
مطالب الفرقان (جلد پنجم)	165	330	طاہرہ کے نام خطوط	100	200
مطالب الفرقان (جلد ششم)	180	360	ختم نبوت اور تحریک ''احمدیت''	130	260
مطالب الفرقان (جلد ہفتم)	145	290	حسن کردار کا نقشِ تابندہ (سیرت قائد اعظمؒ)	*	90
من و یزداں (اللہ کا صحیح تصور)	200	400	اقبالؒ اور قرآن (اول۔دوم)	280	560
ابلیس و آدم	200	400	مجلس اقبالؒ۔اول (شرح مثنوی اسرارِ خودی و رموزِ بے خودی)	250	500
جوئے نور	160	320	مجلس اقبالؒ۔دوم (شرح مثنوی پس چہ باید کرد......)	*	150

320	160	قائداعظم کے تصور کا پاکستان (مجموعہ مقالات وخطابات)	320	160	برق طور (داستان حضرت موسیٰؑ)
360	180	بہارِنو (مجموعہ مقالات وخطبات)	320	160	شعلۂ مستور (حضرت عیسیٰؑ کی داستان)
100	50	اسلامی معاشرت (روزمرہ کے متعلق قرآنی احکام وہدایات)	400	200	ISLAM: A Challenge to Religion
100	50	اسبابِ زوالِ امت	1200	*	Exposition of the Holy Quran (in two volumes)
100	*	جہاد (جہاد کے متعلق قرآنِ کریم کے احکامات)	400	200	The book of Destiny
290	145	خدااور سرمایہ دار (مجموعہ مقالات وخطبات)	200	*	Reasons for Decline of Muslims
320	160	سلسبیل (مجموعہ مقالات وخطبات)	100	50	Islamic Way of Living
320	160	فردوسِ گم گشتہ (مجموعہ مقالات وخطبات)	300	*	Letters to Tahira
		متفرق کتب	350	*	Quranic Laws
150		The Pakistan Idea			**متفرق کتب**
150		Woman - Recreated	220	110	مقام حدیث
300		The Bible-Word of God or Word of Man	560	280	قرآنی فیصلے (جلداول)
300		The Holy Quran and Our Daily Life	560	280	قرآنی فیصلے (جلددوم)
1500		Exposition of the Holy Quran (New Edition) in one volume	90	*	قتل مرتد، غلام اورلونڈیاں اوریتیم پوتے کی وراثت
			240	120	مزاج شناسِ رسول
			400	200	تحریکِ پاکستان کے گم گشتہ حقائق
			600		The Best of A.S.K. Joommal

کتابیں ملنے کا پتہ:

طلوع اسلام ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

25 بی گلبرگ 2، لاہور 54660، پاکستان

فون نمبر: 35764484, 35753666

Email: trust@toluislam.com, Web: www.toluislam.com

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 01720041073503 حبیب بینک لمیٹڈ، مین مارکیٹ گلبرگ برانچ، لاہور۔

طلوع اسلام ٹرسٹ کی مطبوعات سے حاصل شدہ جملہ آمدن قرآنی فکر عام کرنے پر صرف ہوتی ہے۔

ان قیمتوں میں ڈاک خرچ اور پیکنگ کا خرچہ شامل نہیں۔ یہ قیمتیں کسی بھی وقت تبدیل ہوسکتی ہیں۔

ماہنامہ طلوع اسلام کا سالانہ زرشرکت، اندرون ملک 300 روپے، بیرون ملک، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ 1800 روپے اور امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ 2000 روپے

بیادِ غلام احمد پرویزؒ

عبدالعزیز خالدؔ۔ اسلام آباد

ہو گیا رخصت بساطِ تنگنائے دہر سے
اک خدا آگاہ، روشن فکر مردِ خود گرے

دانش و بینش کا پیکر، پُر بہار و خوش صفات
کلک و قرطاس و لبِ اظہار جس کی کائنات

اک ادارہ، ایک تحریک، اک مشن تھی جس کی ذات
شمع رکھی جس نے روشن فکرِ قرآنی کی تاحینِ حیات

طعنۂ گمراہی کے سنتا، وار بدنامی کے جو سہتا رہا
بات اپنے دل کی بیباکی سے لیکن برملا کہتا رہا

مہر خاموشی لگی خوفِ فسادِ خلق سے
جس کے ہونٹوں پر نہ پل بھر کے لئے

(کیوں نہ ہو جدت پسندی کو اِبا تقلید سے
کیا دماغِ نکتہ پرور کور مغزوں سے ڈرے؟)

جہل فتوے جس کے کفر و قتل کے دیتا رہا
کشتیٔ عمرِ رواں جو بحرِ ہیبت ناک میں کھیتا رہا

قرضِ مرگِ ناگہاں سے روز جو نقدِ نفس لیتا رہا

زندگی بھر تنگ ظرفی سے کیا جس نے نباہ
اک زمانہ جس کے عزم و استقامت کا گواہ

بے گناہی کے سوا کیا تھا بھلا اس کا گناہ؟
تھی بقولِ محرماں اس کو نہ حرصِ مال و جاہ

باوجودِ بے نوائی بے محابا، بے پناہ
کچھ نہ رکھتا تھا وہ اقبالی قلندر

جُز دو حرفِ لاالٰہ

کوہکنؔ کی جس میں پامردی، یہ وہ پرویز تھا
اور اسی باعث تھی شیریںؔ خرد اس پر فدا

صاحبِ فرہنگ، اندیشہ سگالے عاقلے
کہتے تھے جس کے عقیدت مند ''بابا جی'' اُسے

وہ وفاداری بشرطِ استواری کی مثال
عمر بھر کی بے قراری کا ثمر جس کا کمال

تھے بہم جس میں مذاقِ منطق و ذوقِ جمال
آگہی کی اِک فروزاں شمع تھی جو بجھ گئی

آہ بیدردی تری! اے زندگی! اے زندگی!

DOES ALLAH *CONTROL WEALTH?*

An Excerpt Chapter from the Translation of

Kitab-ut-Taqdir By

G. A. Parwez

English Rendering By
Khalid Sayyed, UK.

=======================

The idea that *Allah* directly controls the distribution of wealth is the most damaging, of all generated by the concept of Compulsion. It is believed that : *Allah* makes individuals (as well as peoples) rich or poor at His own sweet will. The poor must not feel jealous of the rich. To desire to acquire somebody else's wealth tantamounts to complaining against *Allah*'s decision. That is dissent.

In Praise of Poverty

One must be content with whatever state *Allah* keeps one in. To unflinchingly accept *Allah*'s will is the way of His chosen people. Contentment is an invaluable asset. *Allah* likes penury. The worldly wealth is like dead meat and only dogs desire it. It may be possible for a camel to pass through the eye of a needle but not for the wealthy to enter the Kingdom of Heaven. Messengers of *Allah*, saints, exalted men, were all poor. The Messenger of *Allah* (Muhammad) says: "Poverty is my pride". Elsewhere, he says: "Islam originally flourished among the poor and so it shall in the end". *Baba Fareed Ganjshakar* (a saintly figure of yesteryears' sub-continent), when complained to, of poverty, by one of his followers, took him to a pond of water. Lambs who had sated themselves with water were having a deep snoring sleep, whereas the thirsty ones were desperately trying to get water. The saint told the follower: "Do you see, son, the difference of wealth and poverty? The wealthy become careless of *Allah* but the poor keep in constant touch with Him. "

Such are the anecdotes popularized by the religious to lull the poor to sleep so that they remain oblivious of all the exploitation committed against them by the rich. The entire concept is anti-Quranic, but it is said to be supported by the Quran! Let us see what Quran really says in this regard.

The Arabic word *rizq* (رزق) refers to means of livelihood (necessities of life). In addition to *rizq*, the Quran has used terms like *fadl* and *ma'ash*.

The position of *rizq* is the same as that of guidance, treated in detail in the previous chapter. That is, *Allah* has said that: "We have sent you (men) on Earth which is well supplied by the means of your livelihood. Heat, light, air, water and

food were all here even before your arrival ("We give your sustenance"). But just like our guidance, you need to work to obtain the necessities of your life. We have formulated certain laws about that, too. Whoever strives accordingly, shall get wealth. Birth of a human child is simultaneous to production of milk in the mother's breasts, but, if the mother abandons the child, it will die of hunger – We do NOT feed him even a single drop! Just look at Our system. Initially, mother's milk is more watery than fatty to suit the infant's digestive capabilities. Gradually, however, mother's milk becomes fattier until the time comes when the child has teeth and is able to digest other food. Mother's breasts go dry. Now, parents have to work to get food for the child.

So much for *'rizq* given by *Allah*' on the individual level. On the group-level, the situation is not very different. Our planet, Earth, contains wealth in raw form.

Distribution of Wealth

Man has to find and retrieve it. This takes place under natural laws (formulated by *Allah*). In the first instance, personal work is required. Later, the question arises of distributing the wealth so obtained in a social context. This is where the situation gets complicated. It is here that Man needs *Allah*'s guidance. If *rizq* is distributed in the light of *Allah*'s guidance (the System of Providence), every individual gets sustenance peacefully and with self-respect. Otherwise (if *rizq* is distributed under a man-made system), society becomes a living Hell (as is the current situation of the globe). Let us see what the Quran says about it all.

1. '*Allah* Gives you Sustenance' والله يرزقكم

Allah says in the Quran: "There is none among the living on Earth whose sustenance is not upon Allah*"* (11/6); elsewhere, Man and other creatures are mentioned separately (29/60); Sura *Rome*: "*Allah* is the one who creates you all and then provides you sustenance" (30/40); *Sura An'aam*: "We sustain you and your off-springs" (6/152; 17/31).

This provision of sustenance by *Allah* is not done directly by Him because not only other creatures but also men die by the millions in a famine. The current distribution and availability of food to Mankind on this planet is a living contradiction of the view that *Allah* carries out this responsibility directly. It really means that He has created the means of wealth -- "We put you in place on the Earth and for you made in it means of Sustenance" (7/10; 15/20). Earth has been given the potential of producing food. He sends down rain which helps to produce food -- "*Allah* is the one who created the skies and the Earth, and sends down from the sky rain and so brings out from it a variety of sustenance for you" (14/32); "He provides sustenance for you from the sky and the Earth" (35/3); also: (2/22; 10/31; 27/64; 34/36; 40/13; 45/5; 50/11; 51/22; 80/25-32); "Who can provide you food if *Allah* turns these sources of sustenance off?" (67/21; 63/30; 56/63-73). "The Earth has an infinite potential of yielding food, but at a given

time, only a finite amount may be obtained -- And We have stores of every thing but We don’t send those down (bring out of the Earth) except according to known measure” (15/21). The term ‘known measure’ (قـدر معلـوم) clearly refers to established ways and means (natural laws) open to Man’s discovery and application. Elsewhere in the Quran, it is referred to as of His plan (مـا يشـاء); “the reason for restricted yield of food is to check greedy oppressors among men” (42/27).

Having seen the ‘known measure’, let us move one step further.

2. Conditions for Obtaining Sustenance

The equation of natural resources and human effort to obtain sustenance has very eloquently been presented in *Sura Waaqea*:

> “Consider your contribution against Our laws in agriculture. You plow a field and sow seeds. Who produces crops from seeds, you or We?
> Who looks after crops? A calamity may fall and destroy a crop, leaving you shocked and sympathizing with your fellows and agonizing over the comprehensive loss of not only crops but also of seeds and hard work!
> Consider water which is essential not only for crops but also for your own existence. Do you bring it down from clouds or do We? Clouds are formed from salty sea-water which is unusable for either farming or your own consumption. What could you do if rain-water was as salty? Why can’t you arrive at the right conclusion in such a clear and simple matter? Why can’t you appreciate *Allah*’s system?
> Consider fire which you use in so many ways. Who has caged heat (in firewood) in that manner? You or We?
> We have created all this (you only provide work). We state these facts to remind you of that forgotten truth that We have put all this, in place so that the needy get sustenance.” (56/63-73)
> (From *Mafhoomul Quran)*

In the early part of mankind’s life, food comprised mainly the hunted animals and general natural produce of the earth. Then came the era of human handiwork. But, manufacture depends on raw material obtained from the earth. Therefore, the earth is the primary source of all sustenance (wealth).

Wealth included in *rizq*

The early period of human civilization saw the Barter System as the established way of trading. Later, coins were invented whereby precious metals (gold, sliver) were used to buy necessities of life. Thus wealth (money) acquired purchasing power which started a series of complications of ever-increasing complexity. From then on ‘Obtaining Sustenance’ was taken to mean money/ Wealth as well as ‘obtaining food’. So much so that in the present age, obtaining sustenance from the earth has become secondary to earning wealth. Money is the measure of richness and poverty as well as the reward of labor. The ‘potential of

earning' (making money) means human intelligence, knowledge, experience, ability to understand and use the economic and monetary system, and least of all, work. Work is not always a factor!

Search for Sustenance

The Quran declares desire and work as fundamental to obtaining *rizq*. It is termed as "ابتغاء فضل الله": the search for divinely-gifted sustenance. The Quran cites the revolutionary movement of Earth to create day and night as one of His signs; they have been made bright "so that you can search your Preserver's bounty *(rizq)"* (17/12). Incidentally, the expression 'ابتغاء' refers to search as well as intention (plan), effort and achievement. With regards to search for sustenance, a special mention is made of boats which were the best means of transportation at the time. Sea-vessels are quite important even today. "You see the boats sailing briskly in sea so that you can search His bounty" (16/14); also: (30/46; 35/12; 45/12). This search for sustenance is necessary for the convinced and the dissenters alike. Hence, one of the characteristics of the Messenger and his group is that "They search *Allah*'s bounty (and His approval)" 48/29; 73/20). It even becomes obligatory for the convinced: "When you have finished *as-Sala*, spread in the earth and search *Allah*'s bounty" (62/10).

As a result of this effort, sustenance will come according to natural laws, which make no distinction between Muslim and non-Muslim. Whoever farms under the right agricultural laws shall reap a good harvest. The Quran explains it all: "Whoever wants to have short term benefits gets them according to Our plan established by Our will; and whoever desires and strives for long-term benefits as well, and is also convinced of Our message, gets his efforts produce results; We bestow from your Preserver's bounty, according to everyone's effort; your Preserver's bounty is not forbidden (or restricted) to anyone" (17/18-20). *Sura Shora* reiterates this fact thus: "Whoever wishes benefits of future gets his crop yield more by Us; and We give, according to one's effort, short-term benefits to the one who so desires, but they don't get anything in future" (42/20). That, then, is the Divine Law (Plan -- مشيئة) governing the distribution of *rizq*: "Whoever (individual or group) ignores Our laws shall have(or its) sustenance restricted" (20/124), and then goes on to say: "and We will have him (or them) raise blind on the Day of Judgment". It is clear, therefore, that *rizq* gets available to anyone who works according to natural laws. This is the principle sent to mankind through each and every messenger of *Allah*. The Quran says about the Jews and the Christians of the time that: "If they had kept to the Tora and the Bible, and whatever *Allah* has sent down, they would have had plenty of *rizq* (from 'up and down')" (5/66; 7/96) Such abundance of *rizq* is termed as *Allah*'s favor and bounty. It was said about the tribe Quresh that they should accept and follow the system of the Preserver of *Kaaba* who 'gave them food to satisfy

hunger and protected them from fear" (106/4). Contrary to this, hunger and fear have been called *Allah*'s punishment.

Hunger is *Allah*'s Punishment

> *Sura Nahal* says: "*Allah* explains it with the example of a township. It was in peace and contentment. *'Rizq'* came to them in plenty from all four directions. They denied and rejected these bounties of *Allah*. So, *Allah* had them taste the calamities of hunger and fear. It was all due to their own deeds!" (16/112).

Similarly, it talks about the people of *Saba*. They were prosperous but ignored to take proper care of their crops and orchids. So, they were all destroyed (34/15-16).

Respectable Sustenance

Then the Quran goes on to say that when men face shortage of sustenance, they blame *Allah* for afflicting them without cause. It is said, "Tell them that *Allah* doesn't degrade anyone without due reason. It is all because of Man's own wrong system and errors of deeds. You did not accord due respect to the lonely of society; you did not arrange to feed the hungry and were greedy. That is why you were destroyed: (89/16-20). Since hunger and degradation are *Allah*'s punishment, one characteristic of the convinced (مؤمنين) is that they get respectable sustenance (as well as Protection) (8/74); also: (8/4; 22/50; 33/31; 34/4). This respectable sustenance was desired even by *Allah*'s messengers. The founder of *Kaaba* – The first-ever House of Allah – wished, after having just completed the task of erecting the sacred cubicle:

> "O Allah of Universe! I have settled my progeny in this barren land so that they look after Your House. Please see that they keep getting sustenance and never remain hungry" (14/37; 28/57;2/126).

That is 'The food from the sky' requested for his followers by Christ (5/114).

We have seen that *rizq* is available to anyone who strives for it. But, the fact is that we observe someone who struggles very hard but remains poor and his family goes hungry. On the contrary, someone doesn't do any work but lives in prosperity and comfort. Why is that? Let us see.

3. Distribution of *rizq* (The Economic System)

We shall now look at the intriguing question raised above: Why do some remain destitute despite bone-shaking hard work and others enjoy affluence without doing any work at all?

Riches and Poverty

Hindu mythology finds the answer in reincarnation: One's present financial state depends on the kind of life one has had in the previous one. This state of affairs is unchangeable since it is deemed by *Eshwar Paramatma*, the Supreme God.

The Quran's answer

The Muslim preacher explains it through pre-destiny. Richness and penury are directly ordained by Allah. Destiny is unchangeable no matter how hard one tries. But the Quran says: It is all because of their deeds! It is all because of the unfair economic set-up humans have adopted. Armed robbers pick-pockets and thieves, for instance, deprive people of their hard earned wealth. On the group level, the thievery and robbery are less visible -- a feudal land-owner or an industrialist exploiting the hard-work of the farm-workers and factory-workers, respectively. There are some intriguing questions, regarding the economic system we currently have, nobody bothers to think about, let alone try to answer – Who fixes the rate of payment for a farmer, laborer, etc.? How is it done and on what basis? Who controls prices, and on what basis is it done?

Obviously, it is all done by men. Destiny, reincarnation, etc. have absolutely nothing to do with it. *Allah* does not distribute wealth directly. He has provided Man with *rizq*. But, the fair distribution of it is to be done by Man not by *Allah*! If it is done according to the system suggested by *Allah*, no man will go without sustenance. On the other hand, if it is done according to man-made systems, human society will turn into a den of beasts!

Quran's Economic System

It is not the right place to go into the details of the Quranic Economic System. I have treated this very important subject in detail in my works like *Nazaam-e-Rubobiyat* (The System of Providence), *Khuda aur Sarmayadar* (God and the Capitalist), etc. Here, I shall confine myself to a few fundamental points.

(i) The Earth, the basic source of sustenance, is to provide necessities of life to all men. The question of private ownership of land, therefore, does not simply arise. The Quran calls it *Allah*'s earth (11/54); "Everything in it has been created for you all" (2/29); "We have produced in it for you all means of life" (7/10; 15/20); it is "sustenance for people" (50/11); therefore, it should remain accessible to all the needy (41/10).

The 'owners' of land today have simply inherited it from past men and their unfair system. In the Quranic system, land belongs to no one. It is in the custody of society (government or state) which organizes a system which yields optimum produce which is distributed fairly on the basis of need.

(ii) Money was invented to replace the barter system to make life easier. People began to hoard money and use it to exploit their fellow men. In economic terms, capital replaced work as the basis of return. This is the capitalistic system of economy in which money generates money. In Quranic terms, this is usury (interest) which is 'declaration of war' against the Quranic economic system (2/275-279).

In very clear terms, the Quran has dubbed hoarding of wealth as gathering fuel for the hellfire in which humanity is burned to ashes (9/34-35; (70/15-

18). Money should circulate in society, not among just the upper strata but like blood circulates in the body (59/7). Thus, in the Quranic society, no one ever possesses money (wealth) more than what is needed (2/219).

(iii) The capacity of producing sustenance (wealth), i.e., work varies from person to person. This difference should be used to have various social functions performed conveniently and usefully. This is called 'division of labor' (43/32). Individuals should work according to their various capacities and the produce should be distributed on the basis of need (16/76; 16/53). It is inhuman capitalism (represented in the Quran by the ancient Egyptian capitalist *Qaroon* in the *Pharoanic* court) in which the concept of keeping one's earning to oneself thrives (28/78). This mentality is the cause of all problems and chaos (39/49).

(iv) The *Quranic* economic system is put in place by a government which is committed to implement *Allah*'s laws. It is called 'The Islamic State', in which men fulfill *Allah*'s promise of 'giving *rizq* to you as well as your progeny'. In this state no individual goes without the necessities of life nor anyone possesses wealth more than what is needed.

(v) Such a state is established by men who 'sell their selves and wealth in return for a promise of paradise' (9/111). Here (in this physical life) this 'paradise' is materialized by the Islamic State and in the hereafter it is done according to *Allah*'s plan (مشیئة).

That, then, is the system in which no one is complainant of their 'destiny' for want of unfulfilled needs. No individual is dependent upon, or in bondage to another individual -- everyone gets *'rizq'* with respect. Sustenance is no doubt provided by wrong (anti-Quranic) systems, but in these, the prosperous 'haves' become intoxicated with power resulting from affluence achieved without having to work for it. That destroys the society (28/58); the low-income groups fall natural prey to ills of poverty -- the ills which 'restrict sustenance and they are raised on the Day of Judgment blind (20/124; 17/72). Contrary to this, the *Rizq* obtained according to *Allah's* laws is 'good and lasting' (20/131). Individuals get more than they work for, i. e., all their needs are met. Such a society is established so that "*Allah* gives them the return of their deeds in a better way, and even more from His bounty"; thus *Allah* gives, according to His plan, without estimates (more than you can think of in your terms!) (24/38). That is why *Allah* calls Himself 'the best of all sustenance providers' (23/72; 62/11).

Let us now try to see who among men are likely to establish such a state and how.

4. He Gives Sustenance Beyond Estimate

We have just seen that:

a) *Allah* created Man and provided him the sources and means of sustenance.

b) but sustenance can be obtained only by working according to *Allah*'s (natural) laws,

c) the distribution of sustenance thus obtained is quite an important matter; it can be dealt with neither through natural laws nor human intellect; it requires Revelation, i.e., divine guidance,

d) Laws of Nature and Laws of Revelation are both termed as 'مشيئة الله' (*Allah*'s Plan), i.e., laws which *Allah* has formulated and established, through His own exclusive discretion, for human society.

e) In regards to *rizq*, whenever the Quran uses the phrase 'من يشاء' the context will decide the subject (*Allah* or Man) of the sentence. When the subject is *Allah*, it means sustenance is made available according to *Allah*'s Plan. When the subject is Man it means whoever follows *Allah*'s laws shall thrive; whoever chooses to go against His laws, shall fall into destruction and degrading poverty.

What من يشاء really means

Sura Zumr talks about the mentality represented by *Qaroon* (*Korah* of the Bible) and says that Man is a strange creature. When he is in a problem, he calls out to *Allah* for help, but when he is prosperous he becomes arrogant and credits his own self exclusively for his gains. This mentality is the root of all evils in human societies. Unfortunately, most men are not aware of it. This mentality is by no means restricted in numbers or time. This is the capitalistic mentality. History provides testimony to the sad truth that this is a destructive mentality – 'calamities came to them because of their own deeds; and whoever among these (your people O Messenger) transgress, shall bring upon themselves calamities because of their own deeds! (39/51).

The Quran goes on to say: "Don't they know that *Allah* increases sustenance or scales it down for whoever so desires? This contains signs of truth for people who are convinced (of *Allah*'s laws)" (39/49-52). If the subject of phrase 'من يشاء ' is taken to be Man (which is my preferred view), it means whoever strives according to natural laws, gets a corresponding amount of sustenance. If the subject is taken to be *Allah*, it means that increase and decrease in sustenance occur under *Allah*'s Plan (مشيئة).

***Korah's* examples**

Sura Qasas illustrates this reality by the example of *Korah (Qaroon* in the Quran). When people, who used to feel envious of *Korah's* riches, witnessed his plight, said: "Certainly, the increase in sustenance for His people is done by Him according to scale for whoever so wishes" (28/82).

Sura Rome: "When We (give a) taste of bounty to men, they are very pleased by it, but when calamity comes to them due to their own deeds, they get frustrated. Don't they see that *Allah* increases or scales down sustenance for whoever so wishes? Surely, in this are signs for the Convinced" (30/36-37).

Sura Ra'ad talks about men who violate the contract they have had with *Allah* by dividing up mankind in groups, are destined for destruction -- "*Allah* increases or decreases *rizq* according to His Plan –" (13/26).

Sura Beni Israel talks about good social behavior and says: "Certainly, your Provider increases or decreases sustenance according to His Plan (مشیئة)" (17/30-33).

What is Anfaaq?

A society established on Quranic principles has its economy based upon *Anfaaq* (proper spending for greater good of society). This Quranic term is quite meaningful. Its basic root is n-f-q (ن ف ق). In the older days, money was usually stored in string purses (with only one opening). *Naifaq* was a purse with two openings. This should explain *anfaaq*, i.e., an economic system in which money keeps flowing and is available to all the needy. This availability must be 'in *Allah*'s way' (سبیل اللہ), i.e., keep one's earnings available for the needy entirely free of any charge. Therefore, *Sura Baqara* says: "They ask you how much they should keep available. Tell them: all which is over and above your needs! (2/219). Such an economic system has been compared to a good crop which yields hundred-fold from just one seed. Verses 261-267 of *Sura Baqara* sing praises of *anfaaq* in *Allah*'s way. Elsewhere, it is referred to as 'giving a loan to *Allah'* which is repaid with huge returns (2/245). *Sura Saba* says: "Tell them that increase in, and scaling down of sustenance is done by my Preserver for His People according to His Plan. Whatever you spend properly, will come back (many-fold); and *Allah* is the best of sustenance providers" (34/39).

Sustenance 'without estimates'

We have seen that there are two aspects of increase / decrease in sustenance *(rizq),* i.e., to obtain it from the earth according to natural laws, and to distribute it according to permanent values established by *Allah*. This will ensure *rizq* 'beyond calculations' (بغیر حساب). We have also seen that 'without estimate' does not mean without regulation. It simply means that the result is beyond your (men's) expectations and estimates. It has been experienced in Pakistan. Until a few years ago, the old methods of farming yielded an average of 20-25 '*maunds'* (1 *manud* = 80 kg. Approximately) of wheat per acre of land. When the country adopted modern methods of agriculture (farm machines, special seed, fertilizer, proper irrigation, etc.), the yield multiplied 4 to 5 times! But then the vices of the capitalistic system began to show. Price of wheat fell and that of other consumer goods rose. Less wheat sold and it started to be smuggled out of the country. Consequently, prosperity vanished and poverty came in. If the country had distributed this 'without estimate' *rizq* according to *Allah*'s guidance (as it had been produced), the society would have had 'rivers of milk and honey'. The Quran has quite comprehensively presented this fact. It says that when a society is administered by people who are not taken in by

individual interest, they uphold *Allah*'s law by taking on the responsibility of providing sustenance (necessities of life) to people and are always mindful of the destructive consequence of a wrong economic system, the society is rewarded by *Allah* in a nice way due to their own deeds, and their wealth is increased by His bounty, and *Allah* gives limitless *rizq* to whoever so desires (24/38).

The Convinced of the First Era

The group of Muslims in the first era of Islam was economically not very well-off. Their opponents (Chiefs of the *Quraish* tribe) used to make fun of them that the destitute were hoping to overcome the Roman and Persian empires. *Allah* said in the Quran that they (the Quraish) simply did not know the reality. The group of Muslims had committed themselves to *Allah*'s Plan. As a rule, this plan initially requires a lot of hard work – hunger, destitution, loss of life and property, destruction of crops, etc. have to be faced (2/155). But, eventually, *Allah* gives limitless *rizq* according to His Plan (2/212). History stands witness to this in the case of the Muslims rising as a nation. They were able to say: "Verily, You give limitless *rizq* according to Your Plan!" (3/26).

By now, the Quranic concept of phrases -- من يشاء ، من تشاء -- should be quite clear. Nonetheless, I wish to cite two verses to further clarify their meanings. (1) *Sura Shora*: "*Allah* is kind and generous to His people. He gives sustenance according to His Plan -- whoever desires benefits of future (long-term), We increase his yield for him; whoever wishes to have immediate (short-term) gains, We give him that yield accordingly and he has nothing coming in future (because the distribution of rizq is not done according to *Allah*'s permanent values)" (42/19-20).

(2) *Sura Yaseen*: "When they (the Dissenters) are told to spend for greater good from whatever *rizq Allah* has given them, they say to the Convinced: Should we feed those who would have been fed by *Allah* if He so wanted?" The response was: "Surely, you are obviously not on the right track!" (36/47) meaning thereby that "*Allah* gives sustenance according to His Plan" means that men have to arrange for sustenance of men.

"*Allah* has made some of you better than others in *rizq*" (16/71).

Before moving on, I must explain two verses which, if seen superficially, appear to support the concept of Compulsion. One of the two is (16/71), given in part above. Apparently, it means to say that we observe that certain individuals and groups (nations) are more prosperous than others; therefore, the idea of Compulsion must be right. First of all, the true meaning of (فضل الله) (*Allah* has blessed) should be seen. This particular phrase like some others we have already seen, e.g., "*Allah* seals their hearts shut" simply means that His blessing with His bounty happens as a result of Man's deed and according to His established laws (the reader may recall verses 17-21 of *Sura Beni Israel*, which eventually says:

"See how We better some than others") (17/21); the emphasis is on the how of it. It all happens as a result of men's actions.

We Distribute

The second of the two verses is 43/32 which appears (conventionally) to say: "In this world's life, We allocate people's means of living; and We upgrade some over others" (43/23). In principle, this verse should also be interpreted on the lines of - فضل - in the previous verse. After 'allocation', the use of the term 'upgrading' is made clear by the verse (6/133) which says: "All grading is done according to deeds". This is supported by other verses like *Sura Nisa* (The active have higher grades than the passive – (4/95); and (9/19): "Migrants and Strivers have high grades than water-suppliers to pilgrims or decorators of the Holy Mosque.

Two Basic Factors of Earning Sustenance

The reader may be reminded of the two constituent factors of obtaining sustenance from the earth: (i) the natural sources of Earth (light, heat, air, water, land, etc.) Which are available to Man absolutely free (*Allah*'s bounties). The Earth has a variety of climatic and geographical conditions affecting the production of *rizq*. Man has little or no control over these various conditions.
(ii) Man's input and it depends entirely on Man's will and effort.

Difference in People's Capacities and Abilities

The 'allocation' of *rizq* is dependent upon a combination of the two above factors. Regarding individuals, we commonly observe differences of capacity and ability, which are caused by the factors like the following:

(a) Certain mental disorders inherited genetically.
(b) Certain physiological disorders developed during pregnancy.

As pointed out earlier, these disorders and deficiencies are natural. Medical sciences are gradually progressing in their prevention and treatment. It is difficult to foresee a time when all individuals will have equal potential. However, the fact is that such medical conditions are in no way unchangeable destiny of individuals.

(c) The formative years (early childhood training, education and environment).
(d) The conditions available for children's development, i.e., schools, syllabi, healthcare, psychology, etc.
(e) The questions of supply and demand, and facilities available and their use, etc.

Obviously, the factors mentioned above pertain to society where an individual cannot control all of them. They are under compulsion by social restraint created and controlled by other men, <u>not</u> *Allah*! Since the establishment of a fair society has also been termed '*Allah*'s bounty' by the Quran, individuals

getting benefits and advantageous position in such a society is also a 'bounty of *Allah*'. Therefore, earning of sustenance comprises the following two factors:

(1) Human input, and

(2) *Allah*'s bounty (either natural resources or social benefits)

Society is responsible

The question, then is: who is responsible for an individual or a group falling behind others in life as a result of shortage of 'Allah's bounties'? The Quran holds human society responsible for it. In a Quranic society, the variance in status, or conditions in general, are too small to matter. The Quran proposes a global united fraternity of men. In a divided world, every group tries to get ahead of others, by hook or by crook (16/92). In a globally one society, people who may have better 'bounties' than others do not oppress other men: "He is the one who gave you succession of the Earth, and what you've been given!" (6/166). In a fair system, *Allah*'s bounties are used for universal good: "Whatever is good for (all) mankind, shall survive and stay on Earth" (13/17).

Regarding individuals, the Quran proposed a system in which they are not affected by the difference in capacity and ability. These differences shall be used for division of labor alone "So that people can work for one another" (43/32). The economic disparity is to be taken care of thus:

> "It is true that people vary in potential to earn the sustenance. But bad individuals take advantage of the unfair social system and keep to themselves, as their personal possession, whatever bounty they get and do not return it to their sub-ordinates who stand in need of it. How can they misuse *Allah*'s bounty?" (16/17).

They should know that they on their own could never have obtained that wealth -- a combination of natural resources, social setup and other working men, have all contributed to it. "Allah's bounty is not your possession" (16/53). It is to be used for the poor and the needy as a matter of right (70/23-24).

Criterion for Respect

As to the question of social respect, the Quran founds it not on wealth, but, according to 'the permanent value system':

1. Each and every human being deserves respect just because of being human. (17/20).
2. Status in society depends upon one's input and personal character and qualities (6/133).
3. The one who upholds and follows *Allah*'s laws the best of all is the most respected one (49/13).

Therefore, the differences of capacity and ability do not affect individuals in the Quranic social system. It all happens because of unfair societies human beings create for themselves and erroneously blame it on Compulsion.

================